ہفت روزہ

نِدائے خلافت

لاہور

30 مئی تا 5 جون 2002ء

☆ چند اہم معاملات!!! (اداریہ)

☆ صدر پرویز مشرف اللہ پر توکل اختیار کریں (تجزیہ)

☆ ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات! (منبر و محراب)

جناب جنرل پرویز مشرف!

❁ پہلے آپ نے امریکی دھمکی سے مرعوب ہو کر افغان پالیسی میں ''یوٹرن'' لیا اور عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں' غیرت و حمیت کے جملہ تقاضوں اور دین و مذہب کی تعلیمات سے بے وفائی کی!

❁ اور اب آپ بھارت اور پورے عالم مغرب کے دباؤ کے تحت ''جہاد کشمیر'' کی بساط لپیٹنے پر مجبور ہو گئے ہیں!!

[یاد ہوگا کہ میں نے ۱۶/ستمبر ۲۰۰۱ء کو علماء و مشائخ کے بھرے اجلاس میں آپ کو متنبہ کر دیا تھا کہ جن مصلحتوں کے تحت آپ طالبان کے خلاف اقدام میں امریکہ کے آلۂ کار بن رہے ہیں وہ محض وقتی اور عارضی ہیں اور چونکہ اس پورے معاملے کی پشت پر یہودی سازش کارفرما ہے لہٰذا کچھ ہی عرصہ بعد آپ کے ''کشمیر کاز'' پر بھی بھرپور حملہ ہوگا اور بالآخر ایٹمی صلاحیت پر بھی دست درازی ہو کر رہے گی!]

بہرحال اب اس سے قبل کہ یہ ''ریورس گیئر'' پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اور بالآخر پاکستان کے عین وجود تک پہنچ جائے' اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو مہلت مل رہی ہے اسے غنیمت سمجھئے اور جلد از جلد:

☆ ﴿فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ﴾ —— یعنی ''دوڑو اللہ کی طرف!'' (الذریت : ۵۰) اور

☆ ﴿تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ یعنی ''توبہ کرو اللہ کی جناب میں خلوص کے ساتھ!'' (التحریم:۸)

کے مطابق اللہ کی جناب میں رجوع کیجئے اس لئے کہ ہمارا اس کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے!

❁ واضح رہے کہ آپ کی توبہ اور رجوع الی اللہ کے اولین مظاہر یہ ہیں کہ:

(۱) دستور پاکستان میں موجود اسلامی دفعات کو غیر موثر کرنے والے جن چور دروازوں کی نشاندہی بار بار کی جا چکی ہے انہیں بند کر دیں تاکہ شریعت کے نفاذ کا عمل ہموار طور پر شروع ہو جائے اور

(۲) سود کے خاتمے کے ضمن میں اب کسی تاخیری حربے کو بروئے کار نہ آنے دیں اور ۳۰/جون سے پہلے پہلے سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد کو لازمی بنائیں!!

❁ اس کے ساتھ ہی جملہ مسلمانانِ پاکستان پر بھی لازم ہے کہ اللہ کی جناب میں خلوص دل کے ساتھ توبہ کریں' اور:

(۱) ارکان اسلام کی پوری پوری پابندی کریں۔ (۲) نبی اکرم ﷺ کی بیان کردہ ''علامات نفاق'' یعنی جھوٹ' وعدہ خلافی اور ہر نوع کی خیانت اور غبن سے باز آجائیں۔ (۳) سود' جوئے سٹے اور لاٹری سے ازخود کنارہ کشی کر لیں۔ (۴) صرف شراب ہی نہیں جملہ نشہ آور چیزوں سے اجتناب کریں۔ (۵) بے پردگی' عریانی' اور مخلوط معاشرت کو خیر باد کہہ دیں! (۶) حکومتی سطح پر ''توبہ'' کے جن دو مظاہر کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کے ضمن میں خطوط' ٹیلی گرام اور ای میل کے ذریعے حکومت کو پوری دلسوزی اور خلوص کے ساتھ متوجہ کریں! اور (۷) اللہ کی جناب میں گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں کریں کہ اللہ پاکستان کی حفاظت فرمائے اور ہماری حکومت کو اپنا قبلہ درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پاکستان کو عہد حاضر کی مثالی اسلامی ریاست بنا دے۔ آمین' ثم آمین!!

خادم اسلام و پاکستان **ڈاکٹر اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿صِبۡغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ۫ وَنَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ ۝ قُلۡ اَتُحَآجُّوۡنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ۚ وَلَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَـكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ۚ وَنَحۡنُ لَهٗ مُخۡلِصُوۡنَ ۝﴾ (آیات: ۱۳۸، ۱۳۹)

''(ہم تو اختیار کریں گے) اللہ کا رنگ' اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہوگا' اور ہم تو بس اسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔ (اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہ تو ہمارا بھی ربّ ہے' اور تمہارا بھی ربّ ہے' اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں' اور ہم تو اُسی کے لئے اپنے آپ کو (یعنی اپنی عبادت کو) بالکل خالص کرنے والے ہیں۔''

نصاریٰ کے ہاں رواج تھا کہ نئے پیدا ہونے والے بچے کا بپتسمہ کرتے تھے۔ جیسے ہمارے ہاں بچے کا عقیقہ ہوتا ہے اس طرح وہ پیدائش کے بعد ساتویں روز بچے کو رنگین پانی سے نہلاتے تھے جسے اصطباغ کہتے ہیں' یعنی رنگ چڑھانا۔ گویا اس طرح بچے پر ان کے دین کا رنگ چڑھ گیا۔ تو ''صبغۃ اللہ'' اسی رسم کی طرف تعریض ہے' مگر بات مادّی رنگ کی نہیں بلکہ اللہ کی بندگی کا رنگ خلوص اور اخلاص کے ساتھ اختیار کرنے کی ہے کہ اللہ پر ایمان کے رنگ میں رنگے جاؤ۔ کیونکہ اللہ کے رنگ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا! اور ہم تو اسی کے رنگ میں خود کو رنگنے والے ہیں۔ بس اسی کی بندگی اختیار کرنے والے ہیں۔ یہاں اسلام کے بجائے عبادت کا لفظ لایا گیا ہے۔ کیونکہ اسلام تو اطاعت قبول کرنے یا surrender کرنے کا نام ہے اور یہ مجبوراً بھی ہوسکتا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کے سامنے جھکا ہوا ہے اور چار و ناچار اسی کی اطاعت قبول کئے ہوئے ہے۔ مگر عبادت ہمہ وقت اور ہمہ وجوہ اطاعت ہے جو شدید محبت کے جذبے کے تحت کی جارہی ہو۔ عبادت کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کے لئے میری کتاب ''مطالباتِ دین'' کے باب ''عبادتِ ربّ'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ عبادت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اپنی عبادت کے لئے کیا ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی / زندگی بے بندگی شرمندگی

امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے عبادت کی اس طرح تعریف کی ہے کہ انتہا درجے کی محبت اور اطاعت کے جذبے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جانا اور بچھ جانا۔ اور وہ ہے پھر اللہ کا رنگ۔

اگلی آیت میں روئے سخن یہود کی طرف ہے کہ تم ہمارے ساتھ اللہ کے بارے میں حجت بازی کررہے ہو! ان سے کہئے کہ کیا تم اللہ کو نہیں مانتے؟ مانتے ہو تو ہم بھی مانتے ہیں۔ ہمارے تمہارے درمیان اللہ مشترک ہے۔ پھر جھگڑا کس بات پر کرتے ہو؟ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ اے یہودیو! تمہیں پھر تشویش کس بات کی ہے۔ حضرت محمد ﷺ اسی اللہ کی اطاعت اور عبادت کی تو تعلیم دے رہے ہیں جس کو تم بھی مانتے ہو۔ تمہیں تو انہیں خوش آمدید کہنا چاہئے تھا۔ وہ تو موسیٰؑ پر نازل ہونے والی کتاب کی تصدیق اور توثیق کرتے ہیں۔ وہ تو تمہاری کتابوں میں مذکور پیش گوئیوں کا مصداق بن کر آئے ہیں' مگر تم سب سے پہلے ان کے مخالف اور سب سے بڑھ کر ان کے دشمن بن رہے ہو' ان کا رستہ روکنے کی کوشش کررہے ہو اور ان کے خلاف سازشیں کررہے ہو۔ دیکھو! ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم نے تو اپنے آپ کو ہمہ وقت' ہمہ تن اور ہمہ وجوہ اللہ کے حوالے کردیا ہے۔ جو حکم اس کی طرف سے آئے گا سر تسلیم خم کریں گے۔ جو مطالبہ کیا جائے گا ہم پورے خلوص و اخلاص کے ساتھ حاضر ہوں گے۔ اور ہم نے خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کو قبول کرلیا ہے۔

☆ ☆ ☆

دنیاوی معاملات میں عدل کرنے والوں کی فضیلت

عَنۡ عَبۡدِاللّٰهِ بۡنِ عَمۡرِو بۡنِ الۡعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ : ((اِنَّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنۡ نُوۡرٍ عَنۡ يَمِيۡنِ الرَّحۡمٰنِ وَكِلۡتَا يَدَيۡهِ يَمِيۡنٌ الَّذِيۡنَ يَعۡدِلُوۡنَ فِيۡ حُكۡمِهِمۡ وَاَهۡلِيۡهِمۡ وَمَا وَلُّوۡا)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک انصاف کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کے ہاں (یعنی آخرت میں) نور کے منبروں پر اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے معاملات میں اور اپنے اختیارات کے استعمال میں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں''۔

ہر شخص کسی نہ کسی حیثیت میں ذمہ دار اور صاحب اختیار ہوتا ہے اور اسے اپنی حیثیت میں تمام معاملات میں عدل و قسط سے کام لینا چاہئے خواہ وہ اپنے گھر والوں کا معاملہ ہو یا رشتہ داروں اور دوستوں کا ہو یا پھر عدالتی یا حکومتی اختیارات ہوں۔ جیسے آپؐ نے فرمایا ((كُلُّكُمۡ رَاعٍ وَّكُلُّكُمۡ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَّعِيَّتِهٖ)) ''تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور اسے اس کی ذمہ داری کے بارے میں جواب دہی کرنا ہوگی''۔ ہم حکومتی سطح پر صاحب اختیار آدمیوں کے بارے میں تو بہت تبصرے کرتے ہیں لیکن اپنی حیثیت پر کبھی نہیں سوچتے کہ اس میں عدل کررہے ہیں یا نہیں۔ اپنے معاملے کو اہمیت نہ دینے سے معاملات میں ناانصافی شروع ہوجاتی ہے۔

ادارِیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند اہم معاملات

حافظ عاکف سعید

جنگ کے دبیز بادل بدستور پاکستان کی فضاؤں میں لنگر انداز ہیں۔ پاکستان پر دباؤ بڑھا کر بھارت جن مذموم مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہے اس میں اپنی کامیابی کا پورا اطمینان حاصل کئے بغیر وہ سرحدوں سے اپنی افواج کو پیچھے ہٹانے پر ہرگز آمادہ نہ ہوگا۔ امریکہ ایک شاطر دلال کا کردار ادا کرتے ہوئے دونوں اطراف سے کمیشن حاصل کر رہا ہے' تاہم اس کا واضح جھکاؤ بھارت کے حق میں ہے اور اس اصول کے مطابق کہ نزلہ ہمیشہ عضوضعیف ہی پر گرتا ہے' امریکہ اور عالمی طاقتیں موجودہ کشیدہ حالات کے حوالے سے پاکستان ہی کو زیادہ سے زیادہ نچوڑنے کی کوشش میں ہیں۔ یہ اسلام دشمن طاقتیں پاکستان اور اسلام کے حوالے سے اپنے دیرینہ ناپاک ایجنڈے کی تکمیل کے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اب مسلمانانِ پاکستان کے لئے کتنی مہلت عمل باقی رہ گئی ہے!—— قوم میں اجتماعی توبہ اور اصلاحِ اعمال کی جانب خاطر خواہ توجہ تا حال نظر نہیں آتی۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے صدر پرویز مشرف اور مسلمانانِ پاکستان کو اس جانب متوجہ کرنے کے لئے پرنٹ میڈیا (قومی اخبارات) کو پیغام رسانی کا ذریعہ بنایا ہے۔ امیر تنظیم کا یہ پیغام زیر نظر شمارے کے سرورق پر شائع کر دیا گیا ہے۔ اللہ کرے کہ خواب غفلت میں مدہوش قوم جاگ اٹھے اور اپنی اصل منزل کی جانب پیش قدمی کے لئے کمربستہ ہو جائے۔ **اللھم وفقنا لھٰذا**

گزشتہ ہفتے کے دوران وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں سے ایک اہم واقعہ ووٹر فارم میں ختم نبوت سے متعلق حلف نامے کی دوبارہ شمولیت کا حکومتی فیصلہ ہے' جس کی پشت پر مسلمانانِ پاکستان کے متفقہ مطالبے کی بھرپور قوت کارفرما تھی۔ اس سلسلے میں ۲۸ مئی کو جمعیت علماءِ اسلام کے زیر انتظام آل پارٹیز کنونشن میں پاکستان کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں کی جانب سے ایک متفقہ مطالبہ حکومت کے سامنے رکھا گیا تھا کہ مذکورہ حلف نامے کو فی الفور ووٹر فارم میں شامل کیا جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حکومت نے اس معاملے میں روایتی لیت ولعل سے کام لئے بغیر فوری طور پر اس مطالبے کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس ضمن میں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی جانب سے جاری کردہ اخباری بیان چونکہ ہمارے موقف اور جذبات کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے لہٰذا اسے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے:

''حکومتِ پاکستان کا یہ اعلان کہ ووٹ سازی کے لئے مسلمانوں کے لئے مجوزہ ووٹر فارم میں قادیانیت سے متعلق لازمی حلف نامہ جو کسی وجہ سے ساقط کر دیا گیا تھا بحال کر دیا گیا ہے' بہت خوش آئند ہے۔ خصوصاً موجودہ حالت میں جبکہ بھارت کی ممکنہ جارحیت کے پیش نظر قومی یکجہتی اور ہم آہنگی کی شدید ضرورت ہے' حکومت کے اس اقدام نے کسی احتجاجی تحریک کی ضرورت ختم کر کے نہایت دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ بنا بریں اس اقدام پر حکومتِ پاکستان شکریئے اور مبارک باد دونوں کی مستحق ہے! اس ضمن میں جمعیت علماء اسلام (ف) بھی لائق شکریہ ومبارک باد ہے کہ اس نے اس موضوع پر ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کر کے حکومت کو مسئلے کی سنگینی سے خبردار کر دیا اور سب سے بڑھ کر مستحق شکریہ ومبارک باد ہیں عالمی تحفظ ختم نبوت کے درویش رہنما اور کارکن جو ملک میں ہونے والے سیاسی اتار چڑھاؤ اور اکھیڑ پچھاڑ سے بالکل لاتعلق رہتے ہوئے انسدادِ فتنہ قادیانیت پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں اور اس اعتبار سے خاص طور پر عقیدہ ختم نبوت کی سرحدوں پر ''مرابطین'' کا فریضہ نہایت خاموشی کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں کہ دیگر جماعتیں اور پارٹیاں تو چونکہ اپنی اپنی سیاسی یا دعوتی وتبلیغی مساعی میں مصروف رہنے کے باعث اکثر بے خبر رہتی ہیں لیکن یہ حضرات قصر عقیدہ ختم نبوت میں لگنے والی کسی بھی نقب سے جو خواہ نادانستہ غفلت اور بے پروائی کی بنا پر ہو یا قادیانیوں اور ملکی بیوروکریسی کی خفیہ سازش کی بنا پر' اُمت کو بروقت خبردار کر دیتے ہیں تا کہ امت کے مختلف عناصر اور حلقے مجتمع ہو کر بروقت ازالہ کر سکیں۔''

تاہم سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ سے گزشتہ ہفتہ کے دوران مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کا برطرف کیا جانا ہمارے نزدیک ایک نہایت نامناسب قدم ہے' جس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ سود کے خاتمے سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے کی تعمیل کے ضمن میں حکومت کے عزائم نیک نہیں ہیں۔ گزشتہ خطابِ جمعہ میں امیر تنظیم نے اس صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے بجا طور پر فرمایا ہے کہ:

''سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ سے مولانا تقی عثمانی کی برطرفی کا حکومتی فیصلہ قابلِ مذمت ہے۔ اگر حکومت نے یہ کام عام حالات میں کیا ہوتا تو اس کی نوعیت ایک انتظامی معاملے سے زیادہ نہ ہوتی۔ لیکن اب جبکہ ۳۰ جون قریب ہے اور عدالتی فیصلے کے مطابق حکومت کو غیر سودی نظام کی تنفیذ کرنا ہے تو حکومت کے ایسے اقدام اس کی بدنیتی کو ظاہر کرتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے پانچ رکنی نظر ثانی کمیٹی کی تشکیل اور ایڈووکیٹ جنرل کی طرف سے ریویو پٹیشن کی پیروی کے بیانات تاخیری ہتھکنڈوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر حکومت نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو سود کے خاتمے سے متعلق اعلیٰ عدالتی سطح پر کی گئی دس بارہ سال کی محنت ضائع ہو جائے گی۔ دینی جماعتوں اور قائدین کو اس معاملے میں اسی طرح متحد ہو کر حکومت کو غیر سودی نظام کی تنفیذ پر مجبور کرنا چاہئے جیسا کہ اسی ہفتے قادیانیوں کے معاملے میں یکجہتی اور عزم کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔''

پھر خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 21

30 مئی تا 5 جون 2002ء

(17 تا 23 ربیع الاوّل 1423ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت : 5 روپے

سالانہ زرتعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
.... 1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
.... 2200 روپے

اللہ کی مدد سے محرومی کے باعث آج ہم کشمیر کاز سے پورے طور پر ہاتھ دھو بیٹھے ہیں

اگر ہم نے اپنی سابقہ پالیسی جاری رکھی تو ہمیں ایٹمی صلاحیت سے بھی دستبردار ہونا پڑے گا

اگر پاک بھارت جنگ شروع ہوگئی تو وطن عزیز کا دفاع کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آئے گا

برصغیر کے مسلمان اتنے طاقتور تھے کہ برطانیہ‘ کانگریس اور ہندو قوم کی مخالفت کے باوجود آزادی حاصل کرلی

نفاذِ اسلام کے عہد کو پورا نہ کرنے کے باعث آج ہم اتنے کمزور ہیں کہ بھارت کی ہر بات ماننے پر مجبور ہیں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۴‘ مئی ۲۰۰۲ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

میں نے آج سورۃ الانفال کی آیات ۱۵‘۱۶ کی تلاوت پاک بھارت متوقع جنگ کے حوالے سے کی ہے۔ ان آیات کا تعلق اصلاً اور تاویل خاص کے اعتبار سے تو اُس جہاد فی سبیل اللہ سے ہے جس میں محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ مصروف تھے‘ لیکن ظاہر بات ہے کہ ان ہی میں ہمارے لئے ابدی رہنمائی ہے۔ چنانچہ کسی مسلمان ملک کی اگر کسی دشمن ملک کے ساتھ جنگ ہو اور وہ جائز جنگ ہو‘ یہ نہ ہو کہ خواہ مخواہ کوئی مسلمان حاکم ہوس ملک گیری کے لئے کہیں جارحیت کر رہا ہو‘ تو ایسی جائز جنگ بھی جہاد کے زمرے میں آئے گی۔ اسی طرح اگر کسی مسلمان ملک پر کوئی کافر حکومت حملہ کر دے تو اس مسلمان ملک کا دفاع جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں آئے گا۔ اس اعتبار سے مستقل طور پر یہ آیات مسلمانوں کی کسی بھی جائز جنگ کے اوپر منطبق ہو سکتی ہیں۔ پاک بھارت جنگ کا خطرہ ابھی ٹلا نہیں ہے‘ فوج تو جوں کی توں کھڑی ہوئی ہے۔ اب کشمیر میں بھی ان کی سات لاکھ کے قریب فوج ہو گئی ہے ۔۱۰ لاکھ ہماری سرحدوں پر ہے۔ اس اعتبار سے میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے انہی آیات پر ہم توجہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

> ’’اے اہلِ ایمان! جب تمہارا مقابلہ ہو جائے کافروں سے جنگ کی صورت میں‘ تو پھر پیٹھ ہرگز مت دکھانا۔‘‘

ان آیات کے اصل مخاطب تو ظاہر ہے موجودہ حالات میں ہمارے فوجی جوان اور آفیسرز ہیں‘ لیکن اس کا کسی نہ کسی درجہ میں اطلاق عوام پر بھی ہوگا۔ یعنی عوام میں بھی حوصلہ قائم رہے‘ بھگدڑ نہ مچ جائے۔ اس ضمن میں وہ ہدایات جو وبائی امراض کے حوالے سے احادیث میں دی گئی ہیں‘ ہمارے سامنے رہنی چاہئیں کہ جہاں آپ ہوں وہاں اگر کوئی وبائی مرض پھوٹ پڑے تو وہاں سے بھاگنا مناسب نہیں ہے۔ البتہ جہاں وہ وبائی مرض پھوٹ پڑا ہو وہاں جانا درست نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سائنس کی رو سے بھی یہ صد فیصد درست بات ہے۔ جب بھی کوئی انفیکشن ہوتی ہے تو اس کی علامات ظاہر ہونے میں کافی وقت لیتی ہیں۔ چنانچہ ہوسکتا ہے کہ ہجرت کرنے والے لوگوں کے اندر بھی وہ جراثیم موجود ہوں اگرچہ اس کے آثار ابھی ظاہر نہ ہوئے ہوں‘ لیکن ہجرت کی صورت میں وہ دوسرے علاقوں میں اس انفیکشن کو پہنچانے کا ذریعہ بن جائیں گے۔ ویسے بھی مسلمان کو اللہ پر توکل کرنا چاہئے‘ اگر کوئی تکلیف آنی ہے تو وہ آ کر رہے گی۔ اسے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ثابت قدمی عطا فرمائے۔ اس اعتبار سے میں عرض کر رہا ہوں کہ جنگ یا کوئی بھی مشکل وقت ہو‘ عوام کو بھی حوصلہ برقرار رکھنا چاہئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کیفیت اس وقت مسلمانانِ پاکستان کے اندر موجود ہے۔ خوف و ہراس کی کیفیت یہاں کے عوام میں ابھی تک پیدا نہیں ہوئی۔ حالانکہ بھارت میں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ ہر شخص‘ ہر تجزیہ نگار کہہ رہا ہے جنگ کرو‘ فوراً کرو‘ ایک ہسٹریا معلوم ہوتا ہے۔ ہندوؤں پر ہیجان کی کیفیت طاری ہے۔ بہرحال یہ اللہ کا فضل ہے کہ مسلمان خواہ کتنے ہی کمزور ایمان کے حامل ہوں انہوں نے مسلمان ماؤں کا دودھ پیا ہوتا ہے جس کے کچھ نہ کچھ اثرات ان کی شخصیت میں ہوتے ہیں۔ بہرحال آگے فرمایا:

> ’’اے اہلِ ایمان! جب تمہارا آمنا سامنا ہو جائے کافروں سے جنگ کی صورت میں‘ تو انہیں ہرگز پیٹھ مت دکھانا۔ اور جو شخص اس دن پیٹھ دکھائے گا‘ سوائے یہ کہ کوئی پینترا بدلنا مقصود ہو جنگ ہی کے لئے یا مڑ کر اپنے کسی اور دستہ کے ساتھ ملنا ہو‘ (تو جو کوئی اپنی جان بچانے کے لئے میدانِ جنگ سے بھاگا ہو) اس نے گویا اللہ کے غضب کا اپنے آپ کو مستحق بنالیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔‘‘

دعا کرنی چاہئے کہ ہمارے فوجی جوانوں اور آفیسرز کو اللہ توفیق دے کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہ سکیں۔

اب میں ’’کشمیر کاز‘‘ سے مشرف حکومت کے ’’یو ٹرن‘‘ کے بارے میں کچھ تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ مشرف صاحب کا کھل کر بیان آ گیا ہے کہ ہم پاکستان کی سرزمین کو کسی بھی ملک اور کسی بھی خطے کے خلاف استعمال نہیں ہونے دیں گے بشمول کشمیر۔ یہ بیان پہلی مرتبہ اس قدر واشگاف الفاظ میں آیا ہے۔ گویا کہ مشرف صاحب نے کشمیر کے جہادِ آزادی والے اپنے سابقہ مؤقف سے پسپائی اختیار کرلی اور کشمیر میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس کے بارے میں بھارت کے مؤقف کو تسلیم کرلیا ہے کہ یہ دہشت گردی ہے۔ یہ مؤقف بھارت ہی کا نہیں‘ امریکہ کا بھی ہے۔ ارشاد احمد حقانی صاحب نے حال ہی میں صحافیوں سے صدر کی ملاقات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ مشرف صاحب نے کہا کہ امریکی ہم سے کہتے ہیں کہ جب آپ کشمیر میں ہونے والی ’’دہشت گردی‘‘ کی سرپرستی ختم کردیں گے تو ہمیں معلوم ہوجائے گا‘ آپ نے اپنی بارہ جنوری والی تقریر میں جو کچھ کہا تھا‘ اس پر ابھی تک عمل نہیں کیا ہے۔

بہرحال اب پاکستان نے جہاد کشمیر سے پسپائی اختیار کرلی ہے۔ آٹھ مہینے پہلے ہماری حکومت نے طالبان اور افغانستان کے حوالے سے جو یوٹرن لیا تھا اس کے بارے میں اس وقت بھی میرا واضح موقف یہ تھا کہ صدر مشرف کا یہ اقدام اسلامی تعلیمات اور عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں سے غداری کے مترادف ہے اور آج بھی اس کے بارے میں میرا موقف یہی ہے۔ اگر پاکستان نے اس وقت کوئی مضبوط مؤقف اختیار کیا ہوتا کہ جب تک آپ ثبوت فراہم نہیں کرتے ہم ساتھ نہیں دے سکتے‘ تو او آئی سی والے بھی کچھ نہ کچھ آپ کی پشت پناہی کرتے اور

چین بھی ہماری مدد کرتا۔ اور پھر یہ کہ پاکستان بہرحال افغانستان نہیں تھا۔ پاکستان کے خلاف ایک انٹرنیشنل کولیشن بنالینا امریکہ کے لئے اتنا آسان نہ ہوتا۔ بہرحال یہ باتیں تو اب ماضی کی ہوگئیں جو ہوا سو ہوا' تاہم ریکارڈ کی درستی کے لئے یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ میں نے آٹھ ماہ قبل علماء و مشائخ کے بھرے اجلاس میں صدر مشرف کے منہ پر یہ بات کہی تھی کہ جن مصلحتوں کے تحت آپ طالبان کے خلاف اقدام میں امریکہ کے آلۂ کار بن رہے ہیں وہ محض وقتی اور عارضی ہیں' کچھ ہی عرصے کے بعد آپ کو "کشمیر کاز" سے بھی دستبردار ہونا پڑے گا اور ایٹمی صلاحیت سے بھی۔ چنانچہ آج آٹھ ماہ کے بعد ہم اپنے اس کشمیر کاز سے بھی پورے طور پر ہاتھ دھو بیٹھے ہیں جس کو بچانے کے لئے ہم نے طالبان کے خلاف امریکہ کا آلہ کار بننا قبول کیا تھا۔ یہ ذلت ورسوائی دراصل اسلام سے غداری کا براہ راست نتیجہ ہے۔

تاہم جہاں تک جہاد کشمیر کے حوالے سے اصولی موقف کا تعلق ہے' میں گزشتہ چھ سالوں کے دوران بارہا اپنے اس موقف کو بیان کر چکا ہوں کہ اصل میں کشمیر میں جو یہ جہاد ہو رہا ہے یہ اس جنگ کا فال آؤٹ تھا جو روسیوں کے خلاف ہو رہی تھی اور جسے امریکہ کی سرپرستی حاصل تھی۔ وہ اصل میں روس کے خلاف امریکہ کی ایک پراکسی وار تھی جس کے ذریعے اس نے اپنا ویت نام کا بدلہ چکایا۔ میں نے کبھی غیر مشروط طور پر اسے بھی جہاد فی سبیل اللہ نہیں مانا تھا۔ میں نے اسے جہاد حریت کہا تھا۔ البتہ جو لوگ ان میں ایسے ہیں جن کی نیت اصل میں اللہ کے دین کا غلبہ تھی ان کی نیت کے اعتبار سے وہ جہاد فی سبیل اللہ تھا۔ اسی کا فال آؤٹ کشمیر کے اندر اس جہاد کی صورت میں شروع ہوا تھا۔ کشمیر کے لوگ اگر خود یہ جہادی طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں تو انہیں اس کا حق حاصل ہے۔ لیکن پاکستان جس کے بھارت کے ساتھ سفارتی تعلقات ہیں' اس کی طرف سے کوئی آدمی چھاپہ مار سرگرمیوں کے لئے مقبوضہ کشمیر میں جائے (انفرادی طور پر اگر کچھ لوگ اپنے جذبہ دینی کے تحت چلے جائیں تو ان کی بات اور ہے لیکن) جسے در پردہ حکومت پاکستان کی سپورٹ حاصل ہو تو یہ چیز از روئے قرآن جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ الانفال میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اگر کسی مخالف قوت سے تمہارا معاہدہ ہے اور تم سمجھتے ہو کہ وہ معاہدے کے خلاف کوئی کارروائی کرنے والا ہے تو تم کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ان کا معاہدہ ان کے منہ پر دے مارو کہ اب تمہارا ہم سے کوئی معاہدہ نہیں ہے اور پھر جو کارروائی کرنا چاہو کرو۔ جبکہ ہمارا طرزِ عمل اس قرآنی ہدایت کے ہمیشہ خلاف رہا ہے۔ ہم نے حکومتی سطح پر ہمیشہ یہ کہا کہ ہمارا جہاد کشمیر کے ساتھ کوئی عملی تعاون یا تعلق نہیں ہے لیکن بالفعل ہم اس میں پوری طرح ملوث تھے۔ میرے نزدیک یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات کے منافی تھا۔ ہمیں اپنے کشمیری بھائیوں کی بھرپور اخلاقی اور سفارتی مدد کرنی چاہئے تھی اور ان پر ہونے والے مظالم کو بین الاقوامی سطح پر اجاگر کر کے اس مسئلہ کو حل کرنے کی سرتوڑ کوششیں کرنی چاہئیں تھی لیکن جو پالیسی ہم نے اختیار کی وہ مناسب نہیں تھی۔ ہماری حکومت نے بھارت اور دیگر عالمی طاقتوں کے دباؤ کے تحت اب جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے' اگرچہ یہ ایک طرح سے بزدلی کی صورت ہے لیکن اصولی اعتبار سے مجھے حکومت کے اس عمل سے اتفاق ہے۔ یہی بات ارشاد احمد حقانی صاحب نے اپنے تجزیئے میں لکھی ہے کہ آپ ان کے لئے اخلاقی' سفارتی مدد جاری رکھیں لیکن اس کے علاوہ کوئی مادی امداد اور ہمارے جہادی گروپوں کا وہاں جانا اور چھاپہ مار جنگ کرنا جسے بھارت دہشت گردی کہتا ہے' درست نہیں۔

مختصر یہ کہ اگر پاک بھارت جنگ شروع ہو جاتی ہے تو پھر وطن عزیز کا دفاع کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آئے گا۔ البتہ جنگ شروع ہونے کی صورت میں امریکہ خطے میں ایٹمی جنگ چھڑنے کے خطرے کا بہانہ بنا کر پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر قبضہ کر سکتا ہے' کیونکہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت بھارت کے خلاف ڈیٹرنٹ ہے یا نہیں' وہ اسرائیل کے خلاف ضرور ایک ڈیٹرنٹ ہے۔ دراصل اسرائیل فلسطین میں من مانیاں جاری رکھنے کے حوالے سے صرف پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو اپنے لئے سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے اور امریکہ کی رگ جاں اس وقت اسرائیل کے خون آشام پنجے میں ہے۔ لہٰذا اسرائیل کی خواہش پر اب امریکہ کا اگلا نشانہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ہے۔

اس سے آگے کی بات بھی میں آپ سے عرض کر دوں کہ امریکہ اور اسرائیل تو شاید اس پر مطمئن ہو جائیں کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ختم ہو جائے' پاکستان کو بالکل ختم کر دینا شاید انہیں منظور نہ ہو' لیکن بھارت کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ اس کے لئے پاکستان سینے کا ناسور ہے۔ بھارت نے ایک دن کے لئے بھی پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ سونیا گاندھی نے جو کانگریس کی صدر اور اپوزیشن لیڈر ہے' کہا ہے کہ اب وقت آ چکا ہے کہ پاکستان کا کانٹا ہی نکال دیا جائے جیسے ۱۹۷۱ء میں ہم نے مشرقی پاکستان کا کانٹا نکال دیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے سقوط ڈھاکہ کے وقت اندرا گاندھی جیسی لبرل خاتون نے کہا تھا کہ "ہم نے اپنی ہزار سالہ شکست کا بدلہ چکا لیا"۔ اب اس کی بہو سونیا گاندھی اگر پاکستان کے خلاف یہ زہر اگل رہی ہے تو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بی جے پی آر ایس ایس اور شیوسینا جیسی انتہا پسند تنظیموں کا پاکستان کے بارے میں طرزِ عمل کیا ہوگا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ع

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

لیکن پھر سوال ابھرتا ہے کہ آج ہم اتنے ضعیف اور کمزور کیوں ہو گئے ہیں۔ ۵۵ برس پہلے ہم اتنے طاقتور تھے کہ ہم نے کانگریس جیسی سیاسی پارٹی اور مہاتما گاندھی جیسی شخصیت اور ہندوؤں اور برطانیہ کی حکومت کی مخالفت کے باوجود پاکستان بنا لیا تھا۔ اس وقت تو ہم بہت بڑی طاقت تھے' آج ہم ضعیف کیوں ہو گئے؟ اس کو دوٹوک الفاظ میں کہوں گا کہ اُس وقت اللہ ہمارے ساتھ تھا۔ ہم نے وعدے کئے تھے کہ اے اللہ تو اگر ہمیں انگریز اور ہندو کی دہری غلامی سے آزادی دے گا تو تیرے دین کا بول بالا کریں گے۔ قائداعظم نے بھی کہا تھا' اقبال نے بھی کہا تھا' کہ ہم خلافت راشدہ کا نمونہ دنیا کے سامنے عملاً پیش کر دیں گے۔ ہمارے یہ نیک عزائم اور پُرخلوص دعائیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی دی۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد جب ہم نے وعدہ خلافی کی اور اللہ کے دین سے بے وفائی کی تو آج اللہ ہمارے ساتھ نہیں ہے بلکہ ہم اللہ کے عذاب کی گرفت میں ہیں' جس کے باعث اب ہم اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ بھارت کی ہر بات ماننے پر مجبور ہیں۔ تاہم اگر ہم آج بھی اللہ اور اس کے دین سے وفاداری کا عہد کریں اور ملک میں دین حق کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہوں تو کائنات کا خالق و مالک اب بھی ہماری دستگیری فرما سکتا ہے۔

قارئین نوٹ فرمالیں

ندائے خلافت کا زیرِ نظر شمارہ قدرے تاخیر سے قارئین کے ہاتھ میں پہنچ رہا ہے جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ تاہم یہ بات نوٹ کر لی جائے کہ آئندہ شمارہ جو ان شاءاللہ "**فلسطین نمبر**" کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے' دو اشاعتوں کے قائم مقام ہوگا۔ یعنی وہ شمارہ **6** تا **19** جون (**15** روزہ شمارہ) سمجھا جائے گا۔

سرکولیشن مینجر

صدر پرویز مشرف اللہ پر توکل کر کے مزید پسپائی سے انکار کر دیں

کشمیر کی مؤقف پر پسپائی کے بعد قوم کو میزائلوں کے تجربات سے بہلانے کی کوشش کی گئی ہے

ہم بحیثیت قوم گفتار کے معاملے میں انتہائی غیر محتاط اور غیر ذمہ دار ہو چکے ہیں

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

پاکستان چودہ کروڑ دانشوروں کا ملک ہے۔ حجام کی دکان ہو یا سڑک کے کنارے دو تین بینچوں پر مشتمل چائے کا ہوٹل' آپ کو ہر جگہ فلسفہ' سیاسیات اور طب وغیرہ پر زبردست بحث سننے کا موقع ملے گا۔ ہر شخص بولتا ہوا نظر آئے گا' سننے والا کم ہی آپ کو ملے گا' اور ہر بولنے والا اپنی بات کو حتمی اور آخری قرار دے گا جس میں کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ پاک بھارت کشیدگی اور برصغیر پر چھائے ہوئے جنگ کے بادل اگر وائٹ ہاؤس اور 10 ڈاؤننگ سٹریٹ میں زیر بحث ہیں تو حجام کی دکان اور چائے خانوں میں اس صورت حال پر بات کیوں نہ ہوگی! امریکہ نے اچانک پاکستان کے ایٹم بموں پر قبضہ کر لیا ہے' چین نے الٹے ہاتھ چپکے سے پاکستان کو دس ایٹم بم دے دیئے ہیں' کشمیر کا سودا اتنے کروڑ ڈالر میں ہو گیا ہے اور فلاں بارڈر پر ایک سبز چغہ پوش نے بھارت کے دس مارٹر گولے کیچ کر کے نہر میں بہا دیئے ہیں ــــ یہ کہتے ہوئے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کی ران پر اس زور سے ہاتھ مارا جاتا ہے کہ اس کی چائے گرتے گرتے بچتی ہے۔ پھر پراسرار انداز میں کہا جاتا ہے' بھولے بادشاہو آپ کو کیا علم ہو دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ کہنے کا انداز کچھ یوں ہوتا ہے کہ جیسے دنیا بھر کی انٹیلی جنس ایجنسیاں سب سے پہلے ان کی خدمت میں ہی حاضر ہوتی ہیں۔

عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم کردار کے غازی تو عرصہ ہوا نہیں رہے' گفتار کے معاملے میں بھی انتہائی غیر محتاط اور غیر ذمہ دار ہو چکے ہیں۔ ہم اس سے مکمل طور پر بے پروا اور لاتعلق ہوتے ہیں کہ کسی غیر مصدقہ بات کو اتنے حتمی انداز میں کہنے سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ وقتی طور پر داد وصول کرنے اور اپنی دانشوری کا سکہ جمانے کے لئے ہم کچھ سوچے سمجھے بغیر منہ کھول دیتے ہیں اور یہ معاملہ محض ان پڑھ اور پیشہ ور قسم کے لوگوں تک محدود نہیں بلکہ اکثر اوقات پڑھے لکھے اور بظاہر اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی ایسی یاوا گوئی کرتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب ایک اہم اجلاس میں بڑے پرزور طریقے سے ارشاد فرما رہے تھے کہ پاکستان اپنے ایٹمی اثاثہ جات سے ہاتھ دھو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر پاکستان اپنے ایٹمی اثاثہ جات کسی کے حوالہ کر چکا ہے یا وہ غیر موثر کر دیئے گئے ہیں تو پھر بھارت ۶ ماہ سے اپنی افواج کو ہماری سرحدوں پر کیا پکنک کے لئے لایا ہوا ہے؟ دفاعی اور فوجی معاملات کی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی یہ جانتا ہے کہ ہماری ایٹمی صلاحیت ختم ہونے کے بعد بی جے پی یا بھارت کی کوئی بھی حکومت پاکستان کی مصیبت سے فارغ ہونے میں پلک جھپکنے کا وقت بھی ضائع نہیں کرے گی۔ بھارتی نقطہ نظر سے یہ ہمالائی غلط ہوگی جس کا وہ کبھی ارتکاب نہیں کرے گا۔ یاد

ابوالحسن

رہے واجپائی ۱۹۷۱ء میں مغربی پاکستان کو ختم نہ کرنے کے اندرا حکومت کے فیصلے کو ایک ناقابل معافی جرم سمجھتا ہے۔

آج کی عیاں ترین حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اپنی پچپن سالہ زندگی کے بدترین دور سے گزر رہا ہے۔ اس انتہائی نازک دور میں کوئی غلط فیصلہ پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے یا اسے دوبارہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑ سکتا ہے۔ ہمیں اپنے غلط فیصلوں سے کوئی عار سمجھے بغیر رجوع کرنا ہوگا اور اپنے صحیح اور درست موقف پر ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر ڈٹ جانا ہوگا۔ اس وقت غیر مسلم دنیا امت مسلمہ کے خلاف یک جان اور متحد ہو چکی ہے اور مسلم ممالک نہ صرف یہ کہ بری طرح منتشر ہیں بلکہ ایک دوسرے کے خلاف غیر مسلم دنیا سے مدد بھی لیتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ تمام سپر پاورز غیر مسلم ہیں اور وہ سب متحد ہو کر پاکستان پر دباؤ ڈال رہی ہیں کہ بھارت کے سامنے جھک جاؤ' کشمیر میں دراندازی بند کرو وغیرہ وغیرہ۔

یہاں صدر پرویز مشرف کا دفاع کرنا قطعی طور پر مقصود نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تنقیدی گفتگو کرنا اور مخالفانہ کالم نویسی کوئی مشکل کام نہیں لیکن جس کے کندھوں پر ذمہ داری ہو اس کے لئے نازک گھڑی میں جذباتی اور تصوراتی دنیا سے نکل کر بالکل صحیح فیصلہ کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ صدر پرویز مشرف کا اہم حکومتی عہدیداروں اور اخباری ایڈیٹروں سے ملاقات کے بعد یہ اعلان کہ پاکستان اپنی سرزمین سے کسی دوسرے ملک میں دہشت گردی کی اجازت نہیں دے گا اور ایسا کشمیر کے نام پر بھی کسی تنظیم کو کرنے نہیں دیا جائے گا' اگرچہ دور اندیش اور غیر جذباتی لوگوں کے نزدیک ایک درست فیصلہ ہے لیکن فوج اور آئی ایس آئی کی سابقہ پالیسیوں کے حوالہ سے یہ تھوک کر چاٹنے کے مصداق تھا۔ ملک کی سیاسی اور جمہوری حکومتوں سے اجازت اور رضامندی حاصل کئے بغیر ہمارے بعض ادارے اس دراندازی کی پشت پناہی کر رہے تھے' آج خود ان ہی کے ذریعے سپریم پاور نے یہ دراندازی بند کروائی ہے۔ ایک بار پھر پاکستانی حکومت نے پسپائی اختیار کی ہے۔ ایک بار پھر قوم کو شکست خوردگی کا احساس ہوا ہے۔ لہٰذا قوم کو میزائلوں کے تجربات سے بہلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ پاکستان نے سپر پاورز کو یقین دہانی کروائی ہے کہ کشمیر میں اب دراندازی نہیں ہوگی اور سپر پاور نے بھارت کو اس کی گارنٹی دی ہے' یعنی اب اگر ایسا ہوتا ہے تو پاکستان کو صرف بھارت ہی کا نہیں بلکہ تمام سپر پاورز کے ردعمل کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس انتہائی مایوس کن صورت حال میں بعض مثبت اشارے بھی ملے ہیں ان کا ذکر ہو جانا چاہئے۔ مثلاً:

۱) واجپائی نے کہا ہے کہ ہم کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان سے تو بات نہیں کریں گے البتہ حریت کانفرنس سے بات ہوگی اور خودمختار کشمیر پر بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔

۲) امریکہ نے کہا ہے کہ پاکستان اگر دراندازی بند کر دے تو کشمیر کے کسی ایسے حل پر اتفاق ہو سکتا ہے جس سے فریقین کے علاوہ کشمیری بھی مطمئن ہو جائیں۔

۳) ۱۹۶۵ء کی طرح امریکہ نے ایک بار پھر روس کو پاک بھارت مفاہمت کے لئے آگے کیا ہے۔ لہٰذا الماتے میں اگرچہ دوطرفہ مذاکرات نہیں ہوں گے البتہ پیوٹن واجپائی اور پیوٹن مشرف ملاقات میں کشمیر کے مسئلہ پر بات ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ ان مذاکرات کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی ہے؟ پاکستان کے حکمرانوں کے پاس اب دینے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟ آزاد کشمیر بھی بچ جائے تو بڑی بات ہے! راقم کی رائے میں جنرل مشرف کی پیٹھ دیوار سے لگ چکی ہے' ان کے لئے مزید پیچھے ہٹنا ممکن نہیں۔ لہٰذا جب آپ سمجھتے ہیں کہ دوست اور دشمن آپ کو ناجائز طور پر

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

ہماری جان لیوا غلط فہمیاں

عابد اللہ جان

تقریباً تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کی بیداری ضروری ہوگئی ہے۔ فرق صرف اس بات کا ہے کہ کچھ مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نجات اسلام کے اصولوں پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے میں ہے جبکہ کچھ بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ سیکولرازم نجات کا اصل راستہ ہے کیونکہ اسلام ہمیں کوئی بنے بنائے حل پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عیسائیت کی طرح اسلام کو بھی Reformation کی ضرورت ہے۔

کچھ انگریزی روزناموں میں ایک منظم پروگرام کے تحت ایسے مضامین چھپوائے جا رہے ہیں جن کا مقصد لوگوں پر یہ واضح کرنا ہے کہ ہم اس جدید دور میں اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ روزنامہ ڈان (۶'۷ مئی ۲۰۰۲ء) میں تسنیم صدیقی کے نام سے چھپنے والا مضمون ایسے خیالات کا بہترین مجموعہ ہے۔ درحقیقت ہماری بیم و رجا کی سی کیفیت اسلام میں تضادات کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہے جو کہ اسلام کے سراسر منافی ہیں۔

اس سے پہلے کہ سیکولرازم کا دعویٰ کرنے والے ہمیں اس غلط فہمی کا شکار کریں کہ جدید مشینری اور سائنسی ترقی کا فائدہ اٹھانا تب تک ناممکن ہے جب تک کہ ہم جدید انسانی حقوق اور معاشرتی اقدار بھی نہ اپنالیں' ہمیں چاہئے کہ یہ جان لیں کہ جدید سائنسی آلات کا فائدہ اٹھانا اور مغربی اقدار اپنانا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مثلاً جدید معاشرتی اقدار میں ہم جنسیت' بغیر شادی کے گھرانے' بغیر شادی کے بچے' ہم جنسوں کی شادیاں وغیرہ سب جائز ہیں۔ اگر ہم انٹرنیٹ اور موبائل فون استعمال کرتے ہیں تو کیا ہمیں یہ تمام اقدار بھی اپنانی ہوں گی؟ جدید انسانی حقوق کے دوغلے پن کا اندازہ تو ہم طالبان اور اسرائیلی حکومتوں کی جانب اپنائے گئے رویئے سے کر سکتے ہیں۔

اسی طرح دینی جماعتوں کی ناکامی' اسلام کی ناکامی ہرگز نہیں گردانی جا سکتی اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عام آدمی اسلام سے دل برداشتہ ہوگیا ہے۔ درحقیقت اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں جو انسان کو ترقی سے روکے۔ دراصل ہماری دینی جماعتوں نے وہ کام کیا ہی نہیں جو ان کی بنیادی ذمہ داری تھی۔ یہ کہنا کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جیسے لوگ معاشرے میں تضاد پھیلا رہے ہیں' اس لئے غلط ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں کے لئے تقریر سن کر تضاد کا شکار ہونا ضروری نہیں۔ قرآن اور احادیث کے کھلے الفاظ ان کے سامنے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تقریر کی بجائے حکومت کے وہ سسٹم انہیں تضاد کا شکار بناتے ہیں جو اسلام کے سراسر منافی ہیں اور جو لوگوں کو اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے روکتے ہیں۔

ہمارا پڑھا لکھا طبقہ ''بنیاد پرستی'' اور ''جدیدیت'' کے مابین معلق نہیں۔ ''بنیاد پرستوں'' کو اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ نئے دور کے نئے تقاضے ہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ''جدیدیت'' کی اندھا دھند تقلید کی بجائے ہمیں ہر مغربی قدر کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔ نئی تعلیم اور سائنسی تحقیق سے کسی کو انکار نہیں' ضرورت صرف اس بات کی واضح کی جا رہی ہے کہ اسلام کو گھر کی چار دیواری میں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں ہر معاشی' معاشرتی اور سیاسی قدر کو اسلام کی نظر سے دیکھنے کے بعد قبول یا رد کرنا ہوگا۔

سیکولرازم کے دعوے داروں کا خیال ہے کہ اسلام کے سخت اصول جدید اقدار کو اپنانے کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور مسلمان ایک مجرم ضمیر کے ساتھ جی رہے ہیں کیونکہ وہ اسلام کی رسمیں نبھانے سے قاصر ہیں اور جدیدیت سے دامن چھڑانا ان کے لئے ناممکن ہے' اور ان کے ضمیر کو مجرم بنانے والا مولوی ہے۔ درحقیقت مولوی کے متعلق زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں۔ وہ کسی مسلمان پر زبردستی کچھ لاگو نہیں کر سکتا۔ البتہ اسلام کے سادہ اور کھلے احکام سے آنکھیں پھیرنا ہی ان کے ضمیر کو مجرم بنانے کے لئے کافی ہے۔ ''بنیاد پرستی'' نے مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں روڑے نہیں اٹکائے۔ اگر ہم ان باتوں پر غور کریں جس کو ''بنیاد پرستی'' سے منسوب کر کے اسلام کو ''دقیانوسی مذہب'' ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ ''دقیانوس'' اور ''بنیاد پرست'' باتیں لبرل بحث سے کہیں زیادہ مدلل اور سمجھ میں آنے والی ہیں۔ مثلاً خواتین کی مخلوط تعلیم اور کام مغربی اور خاص طور سے امریکی معاشرے کو اس مقام پر لے آئی ہے کہ ABC نیوز اور Opera شو کی تحقیق کے مطابق ہر تین میں سے دو امریکی خواتین زندگی میں عصمت دری کا شکار ہوتی ہیں۔ کیا ایک اسلامی معاشرے میں یہ ممکن ہے؟ چاہے وہاں پر ''بنیاد پرستوں'' کی حکومت نہ ہو مگر اسلام کے اصول ہمارے معاشرے میں اس قدر رچ بس گئے ہیں کہ اس طرح کی صورت حال تک پہنچنے میں کافی دیر لگے گی۔

زندہ قوموں کو یقیناً تغیر سے گزرنا پڑتا ہے' لیکن انہیں اچھے اور برے کو الگ کرنے کے لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر ہم مذہب سے سیکھنا مکمل طور پر چھوڑ بھی دیں تب بھی مغربی جدیدیت کے تجربات سے سیکھنے کے لئے ہمارے سامنے کافی کچھ ہے۔ انہی تجربات اور درد سے گزرنے کی بجائے کیا یہ مناسب نہیں کہ ہم تغیر کے اس عمل کو ایک بہتر لائحہ عمل اور Guided approach کے تحت اپنائیں۔ اگر ہم کمپیوٹر استعمال کرتے ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ ہماری گرل فرینڈ بھی ہو۔ اگر ہم انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بغیر شادی کے بچے پیدا کر کے پالتے رہیں۔ جدیدیت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ نئے سائنسی آلات اور علم کے ساتھ ساتھ ہم غیر اخلاقی رسومات اور اقدار بھی اپنانے لگیں۔

ہمارے انگریزی اخبارات میں آنے والے مضامین (جو کہ یقیناً کئی ذہنوں کی مجموعی کاوشوں کے نتیجے میں سامنے آتے ہیں) کا خیال ہے کہ معاشرے میں جو ضرورتیں محسوس ہوتی ہیں اور جن اقدار کا تقاضا ہوتا ہے وہ کسی کے چاہنے اور نہ چاہنے کے باوجود ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں' جیسے خواتین کی تعلیم جو کہ کئی رکاوٹوں کے باوجود پھیلتی جا رہی ہے۔ یہاں پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اسلام نے خواتین کی تعلیم پر کوئی پابندی نہیں لگائی البتہ ہمیں معاشرے میں ''محسوس کی جانے والی ضرورتوں'' اور زبردستی ٹھونسی جانے والی اقدار میں فرق کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کے منافی اقدار کی تباہی کا اندازہ ہمیں اس وقت ہوگا جب ہم جدیدیت کی دھن میں ایک خاص حد پار کر چکے ہوں گے۔ آیئے مغربی دنیا سے چند مثالوں کا جائزہ لے کر جدیدیت کے نتائج کا جائزہ لیں اور یہ بھی اندازہ لگائیں کہ پرہیز نہ کر کے آیا ہمیں لاحق ہونے والے مرض کے علاج کی توفیق بھی ہوگی یا نہیں!

آیئے امریکی معاشرے کو جدیدیت کے لیڈر کے طور پر مانتے ہوئے اس کی مختلف اقدار اور اس کے نتائج کا جائزہ لیں۔ ۱۹۷۰ء میں پیدا ہونے والے ۳۷ لاکھ بچوں میں سے ۴ لاکھ بغیر قانونی شادی کے پیدا ہوئے تھے۔ ۱۹۹۰ء میں یہ تعداد ۴۰ لاکھ میں ۱۲ لاکھ ہوگئی۔ تعداد میں ۸ لاکھ کا اضافہ اس حقیقت کے باوجود ہوا کہ غیر شادی شدہ عورتوں میں abortions کی تعداد ۱۹۶۰ء میں ایک لاکھ سے ۱۹۸۰ء میں ۱۲ لاکھ ہوگئی۔ مطلب یہ کہ اگر abortions نہ ہوتے تو حرامی بچوں کی تعداد ۲۴ لاکھ کے لگ بھگ ہوتی۔ (۱۶)

۲۰۰۰ء میں ۱۵ سے ۱۹ سال کی نوعمر لڑکیوں کے ہاں شادی کے بغیر ۴ لاکھ بچے پیدا ہوئے۔[۱۷] ۱۹۳۰ء کے مقابلے میں شادی کے بغیر پیدا ہونے والے پہلے بچوں کی تعداد ۱۹۹۰ء میں تین گنا بڑھ گئی یعنی ۱۸ فیصد سے ۵۳ فیصد ہو گئی۔ ماہرین کا خیال ہے کہ شادی کے بغیر بچوں کی پیدائش ایک معمول بن گیا ہے اور معاشرے نے اسے قبول کرلیا ہے۔ یہ جدید معاشرتی اقدار کا ایک نتیجہ ہے جس کے مزید کئی برے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔[۱۸]

اس سے معاشرے کی مجموعی صحت پر کافی اثر پڑتا ہے۔ ان اقدار کا اپنانا مسلمان معاشروں کے لئے خودکشی کے مترادف ہوگا۔ مثلاً ہماری کم سن لڑکیوں کے ہاں ۴ لاکھ بچوں کی ناجائز پیدائش کا تذکرہ فخر سے کرنے کے علاوہ کیا ہم اس قابل ہیں کہ معاشی طور سے ۵۵ لاکھ مزید ایسے بچوں کو دنیا میں آنے سے قبل ٹائٹل X فیملی پلاننگ پروگرام کے تحت قتل کرسکیں؟[۱۹] کیا معاشرتی طور سے ہم اپنی ہر تین خواتین میں سے دو کی عصمت دری قبول کرنے کو تیار ہیں؟ کیا معاشی طور پر ہم اس قابل ہیں کہ لاکھوں عصمت دری کے مقدموں اور تحقیقات کو نپٹا سکیں جو کہ خود امریکہ نہیں کر سکتا؟ کیا ہم اپنے ۸۴ فی صد بچوں کو واحد سرپرست (Single Parent) کے گھر میں دیکھ سکتے ہیں؟[۲۰] کیا ہم واحد سرپرست کے گھروں سے آنے والے بچوں میں ۶۳ فیصد خودکشی کے واقعات برداشت کر سکتے ہیں؟[۲۱] کیا ہم بن باپ کی اولاد میں ۸۰ فیصد عصمت دری کرنے والوں کو برداشت کر سکتے ہیں؟[۲۲] کیا معاشی طور پر ہم اس قابل ہیں کہ بن باپ کے گھروں سے آنے والے بچوں میں ۸۵ فیصد کے مجرم بن جانے کی صورت میں انہیں مقید کرنے کے اخراجات برداشت کر سکیں؟[۲۳] کیا ہم بن باپ کے بچوں میں ۷۵ فیصد کا نشے کے عادی ہونے کی صورت میں ان کا علاج کر سکتے ہیں؟[۲۴] کیا ہم تیس لاکھ (ہر ۴ میں ۱) کم سن بچوں میں سیکس کے ذریعے پھیلنے اور پیدا ہونے والی بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں؟[۲۵]

امریکی ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان تمام مسائل کی بنیادی وجہ معاشرے میں مذہبی کی بجائے سیکولر رجحان کا عام ہونا ہے۔ سیکولر نظریئے کے مطابق ہم بلوغت کی عمر تک پہنچنے والوں کو پرہیز کی تلقین نہیں کر سکتے۔[۲۶] آیئے سیکولر ماہرین کی عقل اور جدید اقدار کی وجہ سے لاحق ہونے والی بیماریوں کی علامات کے خلاف کوششوں کا ایک جائزہ لیں! US ویلفیئر ریفارم ایکٹ (P.L 104-193) کی طرح ہر سال کئی ایکٹس کے تحت کئی ملین ڈالر اس بات کے لئے مختص کئے جاتے ہیں کہ نوجوانوں کو سیکس سے پرہیز کی تلقین کی جائے۔ لیکن جب مسلمان ملکوں میں یہی تلقین مذہب کے حوالے سے کی جائے تو یہ "بنیاد پرستی" اور "دہشت گردی" بن جاتی ہے۔ اگر یہی بات قرآن کے حوالے سے کی جائے تو "دقیانوسی" اور "انسانی حقوق کے منافی" قرار دی جاتی ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ جدید اقدار کی وجہ سے لاحق ہونے والی بیماریوں کی علامات کے خلاف جنگ میں سیکولر ترکیبیں سراسر ناکام ہو چکی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ انسانوں کو اس حد تک جانے ہی کیوں دیا جائے جہاں سے واپسی ناممکن ہے۔ مندرجہ بالا تمام برے نتائج کو روکنے کے لئے ایک سادہ اسلامی حل کیوں نہ اپنایا جائے جس کے تحت مخلوط تعلیم اور معاشرت ناجائز ہے۔ بجائے اس کے کہ لاکھوں عورتوں کی عصمت دری ہو' لاکھوں ناجائز اولاد پیدا ہو' بن باپ کے لاکھوں گھرانے وجود میں آئیں' طلاق کی شرح ۵۰ فیصد تک پہنچ جائے' کیوں نہ شروع ہی سے مخالف جنس کو الگ رکھا جائے تاکہ نہ مسائل پیدا ہوں اور نہ ان کے حل کے لئے بے سود کوششیں ہوں۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ہر تین میں سے دو عورتوں کی عصمت دری کہیں تاریک گوشوں اور ویران جگہوں پر نہیں ہوتی بلکہ ہر ۱۰ میں سے ۶ کیس اپنوں کے ہاتھوں اپنے گھر' پڑوسی اور دوستوں کے گھروں میں ہوتے ہیں۔[۲۷] شاید یہ باتیں ہمیں اس وقت تک بے وقوفی اور دقیانوسیت پر مبنی لگیں جب تک ہماری طلاق کی شرح ۵۰ فیصد سے تجاوز نہیں کرتی اور جب تک ہر تین میں سے دو عورتوں کی عصمت دری نہیں ہو جاتی۔ عورتوں کے لئے علیحدہ تعلیمی اور کام کی جگہوں کے تعین کا درد یقیناً آدھے سے زیادہ معاشرے کا حرامیوں پر مبنی ہونے کے درد سے کم ہے۔

یہ صرف چند مثالیں تھیں۔ دراصل ہم ہر اس چیز کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں جو ہمیں مغربی لوگ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کسی طور سے بیداری یا نشاۃ ثانیہ یا ترقی نہیں۔ نشاۃ ثانیہ جب ہوگی جب ہم اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی ترقی کریں جیسے مسلمانوں نے ابتدائی ۷۰۰ سالوں میں کی تھی۔ یقیناً لبرلائزیشن اور گلوبلائزیشن کی قوتوں نے تغیر کی رفتار کو تیز کر دیا ہے لیکن ہمیں تغیر سے یا تغیر کی رفتار سے کوئی دشمنی نہیں' ہمیں صرف تغیر کو اسلام کے اصولوں کی روشنی میں صحیح سمت میں ڈالنا ہے۔

جدید دنیا سے مطابقت ایک چیز ہے مگر اسلامی اقدار کی قربانی بالکل دوسری۔ جب ہم گلوبل کلچر کی بات کرتے ہیں تو ہماری نظر صرف انٹرنیٹ' فاسٹ فوڈ' سی این این' ٹی شرٹ اور جینز پر نہیں ہونی چاہئے۔ ہمیں گلوبل کلچر کا دوسرا رخ بھی دیکھنا ہوگا جس میں سکول Violence' بن شادی کی اولاد' کم سن بچیوں کا بن شادی کا حمل' عصمت دری' طلاق کلچر' غیر فطری لائف سٹائلز' ایڈز وغیرہ شامل ہیں۔ یقیناً معاشرے کو ریورس گیئر میں نہیں ڈالا جا سکتا اور نہ ہی الگ تھلگ ہو کر زندگی گزاری جا سکتی ہے لیکن کھلی آنکھوں جدیدیت کے نام پر دوزخ میں چھلانگ لگانا بھی سراسر ناانصافی اور ظلم ہے۔ (حوالہ جات: ۱۶ تا ۲۷)

(16) George A. Akerlof, An Analysis of Out-Of-Wedlock Births in the United StatesThis Policy Brief was prepared for the Fall 1996 issue of the Brookings Review and adapted from "An Analysis of Out-of-Wedlock Childbearing in the United States," which appeared in the May 1996 issue of the Quarterly Journal of Economics. August 1996, Brooking Institute.
(17) National Vital Statistics Report, Vol 49. No. 5 July 24, 2001.
(18)Cheryl Wetzstein, "Births Out of Wedlock to Young Women Increase." Washington Times, November 9, 1999.
(19) Fulfilling the Promise: Public Policy and U.S. Family Planning Clinics." Alan Guttmacher Institute, 2000.
(20) According to 1998 statistics, 84% American children live in single-parent homes. Sources: U.S. Census Bureau, National Center for Health Statistics, Americans for Divorce Reform, Institute for Equality in Marriage, American Association for Single People, Ameristat, Public Agenda.
(21) US statistics. Source: U.S. D.H.H.S., Bureau of the Census.
(22) US Criminal Justice & Behavior, Vol 14, p. 403-26, 1978.
(23) Fulton Co. Georgia jail populations, Texas Dept. of Corrections 1992
(24) Rainbows for all God's Children.
(25) 3 million teens--about 1 in 4 sexually experienced teens--acquire an STD. AGI, Teenage pregnancy: overall trends and state-by-state information, New York: AGI, 1999, Table 1; and Henshaw SK, U.S. Teenage pregnancy statistics with comparative statistics for women aged 20- 24, New York: AGI, 1999, p. 5.
(26) SHOULD WE LIVE TOGETHER? What Young Adults Need to Know about Cohabitation before Marriage A Comprehensive Review of Recent Research David Popenoe and Barbara Dafoe Whitehead THE NATIONAL MARRIAGE PROJECT : The Next Generation Series.
(27) Greenfeld, Lawrence. (1997). Sex Offenses and Offenders: An Analysis of Data on Rape and Sexual Assault. Washington, DC: US Dept of Justice, Bureau of Justice Statistics.

امریکی امپیریلزم

۸۷۔۱۹۸۶ء میں سوویت یونین کی ٹوٹ پھوٹ کے بعد امریکہ واحد عالمی سپر پاور کی حیثیت سے عالمی ''پولیس مین'' کا کردار ادا کرنے میں پیش پیش رہا ہے۔ لیبیا کی فوجی طاقت کو ملیامیٹ کر دیا' عراق اور ایران کی جنگ میں ایران کو کمزور کرنے کے بعد عراق کے خلاف غلط شواہد کی بنیاد پر خاص طور پر سعودی عرب اور بالعموم عرب ممالک کو اُکسا کر اپنے ساتھ ملایا اور عراق پر زبردست اور مسلسل حملے کیے (جو آج تک وقفے وقفے سے جاری ہیں) اور اقوام متحدہ سے اس پر طرح طرح کی پابندیاں لگوائیں' جس کے نتیجے میں آج تک عراق نہ ختم ہونے والی تباہی سے دوچار ہے۔

اور اب موجودہ صدی کا آغاز ہی امریکی امپیریلزم کے مزید پھیلنے کے ساتھ ہوا' اس کے ایجنڈے میں سب سے پہلے مسلمان ممالک میں ''اپنی پسندیدہ آمریت'' کو بزورِ قوت مسلمان عوام پر مسلط کرنا ہے' جس کے ذریعے اس کا مقصد ان ممالک میں سیاسی قوتوں کو جو امریکی مفادات کے خلاف ہوں' تباہ و برباد یا اس قدر کمزور کر دینا ہے کہ وہ امریکی مفادات کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ کر سکیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز نے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعے کے بعد گزشتہ تیئس (۲۳) سال سے جاری پاک افغان پالیسی کے ضمن میں راتوں رات جو ''یوٹرن'' لیا اور تسلیم کردہ طالبان حکومت کے خلاف امریکہ کے وزیر خارجہ کی ایک ٹیلی فون کال پر اپنی پالیسی بدل لی' جو اسلامی تاریخ کا دوسرا شرمناک باب ہے (پہلا باب ۱۹۷۱ء میں جنرل یحییٰ خان کمانڈر انچیف پاکستان آرمی (اور خود ساختہ صدر) کے حکم پر ڈھاکہ (مشرقی پاکستان' بنگلہ دیش) میں نوے (۹۰) ہزار پاکستانی فوجیوں کا پلٹن میدان میں بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔)

حکومت پاکستان نے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعے کے نتیجے میں امریکی صدر کے سامنے سر جھکانے کے بعد قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی اور مولانا فضل الرحمن مرکزی جنرل سیکرٹری جمعیت علمائے اسلام اور بعض دیگر رہنماؤں کو کئی ماہ تک زیرِ حراست رکھا' تاکہ افغانستان کے تعلق سے حکومتی پالیسی اور رویے کے خلاف ان لیڈرانِ کرام کی مؤثر آواز عوام تک نہ پہنچ سکے' اور قوم میں امریکہ مخالف عناصر ابھرنے نہ پائیں۔ جنرل پرویز نے امریکی' برطانوی اور دیگر استعماری طاقتوں کا مؤید اور حامی بن کر عملی طور پر امارات اسلامیہ افغانستان کے عوام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے غیر مسلم طاقتوں کا بھرپور ساتھ دیا' جس کا برملا اعتراف امریکہ کے صدر جارج بش اور برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے بارہا کیا ہے کہ پاکستان کی امداد اور تعاون کے بغیر ہم ہرگز افغانستان کے معاملے میں وہ کامیابی حاصل نہ کر سکتے جو انہیں حاصل ہوئی۔

اور اب حال ہی میں امریکہ اور بھارت کے دباؤ میں آ کر انتہاء پسندی کے نام پر دینی مدارس پر پابندیاں' جہادی تنظیموں کو خلاف قانون اور کالعدم قرار دینا اور ان کے

ڈاکٹر تنزیل الرحمن

لاتعداد کارکنوں کی اندھا دھند گرفتاریاں (تاکہ ''جہادِ کشمیر'' تعطل کا شکار ہو جائے) اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اسلام دشمنی کی چند بین مثالیں ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ''دہشت گردی'' اور ''جہاد'' کے درمیان جن مابہ الامتیاز عناصر کا ذکر جنرل پرویز اپنے ابتدائی عہد میں کرتے رہے' وہ سب ''منافقت'' پر مبنی تھا۔ بلکہ جہادی تنظیموں پر پابندی اور ان کو خلاف قانون قرار دینا اس بھارتی الزام کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے کہ پاکستان سے جہادی تنظیمیں اپنے کارکنوں کے ذریعے جموں و کشمیر میں دہشت گردی کا ارتکاب کرتی رہی ہیں' اور جب تک پاکستان بیرونی جارحیت کو نہیں روکتا اس سے کشمیر کے موضوع پر کوئی مذاکرات نہیں ہو سکتے۔ جنرل پرویز نے کھٹمنڈو میں سارک اجلاس کے موقع پر ہندوستان کے وزیر اعظم واجپائی کو پرنام بھی کیا' ہاتھ بھی جوڑے اور ان کے گھٹنوں کو بھی ہاتھ لگایا' مگر واجپائی نے مذاکرات کی حامی نہ بھری۔ اب جبکہ جنرل پرویز نے جہادی تنظیموں کو کالعدم اور غیر قانونی قرار دے دیا ہے اور انتہا پسندی کے نام پر قرآن و حدیث کا درس دینے والے علمائے کرام کو زیر دام لانے کی کوششیں جاری ہیں' تو کشمیر پر امریکہ کے ذریعے خفیہ مذاکرات اور ''ٹریک ٹو'' پالیسی کی باتیں ایک بار پھر اخبارات کی زینت بن رہی ہیں۔ یہاں میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی ۶ نومبر ۱۹۶۵ء کو مظفر آباد (آزاد کشمیر) میں کی گئی ایک تقریر کا اقتباس دینا پسند کروں گا' جو نہ صرف بروقت بلکہ مومنانہ فراست کی ایک بین دلیل بھی ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

مسئلہ کشمیر کا حل اور امریکہ:

میرا خیال ہے کہ دنیا میں امریکہ سے زیادہ ناقابل اعتماد دوست شاید ہی کوئی ہو۔ اس ملک نے جس کمال کا آج تک مظاہرہ کیا ہے' وہ یہ ہے کہ وہ ہر ایک سے یک طرفہ دوستی چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر ایک اس کے ساتھ دوستی کرے مگر وہ کسی کے ساتھ دوستی نہ کرے بلکہ اپنے دوست کے ساتھ دوستی کا جب موقع پیش آئے تو اس سے بے وفائی کر جائے۔ میرا خیال ہے کہ ہم امریکہ کے اوپر اعتماد کریں اور اس امید پر بیٹھے رہیں کہ وہ اسے (مسئلہ کشمیر) کو حل کرا دے تو وہ اس کو ایسے طریقے سے حل کرانے کی کوشش کرے گا جس سے کشمیر کا پاکستان میں آنا تو درکنار خود پاکستان کی آزادی اور خودمختاری کا باقی رہ جانا بھی ممکن نہ ہوگا۔ جو کچھ ان کے ارادے سننے میں آئے' اور جس طرح کے مضامین کھلم کھلا ان کے ہاں لکھے جاتے ہیں وہ اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسئلہ یہ ہے ہی نہیں کہ کشمیر کے جھگڑے کو کس طرح حق و انصاف کے مطابق طے کیا جائے۔ بلکہ وہ سب کچھ اس طرز پر سوچ رہے ہیں' کہ اسے چین کے خلاف ان کی دفاعی اسکیم میں پاکستان کے ساتھ کیسے نتھی کیا جائے۔ اس وجہ سے اس سے بڑی کوئی حماقت نہیں کہ امریکہ پر اعتماد کر کے یہ مسئلہ اس کے حوالے کر دیں''۔ (ندائے خلافت' لاہور ۱۶ مئی ۲۰۰۲ء)

بہرکیف' حقیقت یہ ہے کہ جنرل پرویز نے امارات اسلامیہ افغانستان کی مکمل تباہی میں امریکہ کے ساتھ مل کر محض اپنے ذاتی و گروہی مفاد اور دنیاوی اغراض کے حصول کی خاطر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے صریح احکام کے خلاف روش اختیار کی (تفصیل کا یہ موقع نہیں' صرف سورۃ مائدہ آیات ۵۱ تا ۵۶ کا حوالہ کافی ہوگا۔ اگر ان کے پاس زیادہ وقت نہ ہو تو صرف تفسیر عثمانی اور مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن میں ان آیات کی تشریح پر ایک نظر ڈال لیں۔)

عمالِ حکومت اپنی جان و مال کے تحفظ' امریکی ڈالروں کی بارش کے لالچ اور امکانی دنیاوی ترقی کی خاطر اپنے ہاتھوں' امارات اسلامیہ افغانستان کے تابوت میں آخری کیلیں ٹھونکنے میں برابر لگے ہوئے ہیں۔ (میران شاہ وزیرستان اور فیصل آباد میں امریکی' برطانوی اور پاکستانی فوجیوں کے مشترکہ آپریشنز' پاکستانی قبائلی علاقے میں اندر گھس کر مدرسہ حقانی پر زبردستی قبضہ اور قرآن و کتب حدیث کی بے حرمتی کو بھلا کون پاکستانی مسلمان' خواہ وہ سویلین ہو یا فوجی' گوارا کر سکتا ہے؟ اگر یہ خبر صحیح ہے تو پاکستانی مسلمان اپنے ایمان کی فکر کریں۔

بات یہ ہے کہ جنرل پرویز نے امریکہ سے تعاون کے جواز میں اپنی پہلی تقریر میں جو باتیں کہی تھیں' ان کو دنیاوی

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

عصر حاضر کی مثالی اسلامی ریاست

—— سید طاہر فیصل شاہ ——

یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کا قیام معجزانہ طور پر ہوا۔ کابینہ مشن پلان کو اگر قائداعظم اور گاندھی دونوں مان لیتے تو پاکستان کبھی بھی اس معنوں میں آزاد ملک نہ کہلاتا جس معنوں میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کہلایا تھا۔ لیکن بھلا ہو گاندھی جی کا جس نے کابینہ مشن منصوبے کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ اس سے متحدہ ہندوستان کے بعض مسلم اکثریتی علاقوں کو اندرونی خودمختاری ملنے کا خدشہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے اس بات کا اندازہ نہ ہو سکا کہ ایسا کر کے وہ اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہے۔

۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد پاس کی گئی جس میں یہ درج ہے کہ اقتدار اعلیٰ کے لائق اللہ کی ذات جبکہ اطاعت کے لائق رسول اللہ ﷺ کی ہستی مبارک ہیں۔ اور کوئی قانون قرآن و سنت سے متصادم نہیں بنایا جائے گا۔ ۱۹۵۶ء کے آئین میں قرارداد مقاصد کو شامل کیا گیا اور مملکت کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہا گیا کہ مملکت خداداد میں مغربی جمہوریت کے تصور اقتدار اعلیٰ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کا آئینی اور قانونی تحفظ کیا گیا۔ نجی اور تجارتی ہر قسم کے سود کی حرمت کے عدالتی فیصلے کے ذریعے یہود کے عالمی مالیاتی امپیریلزم کو چیلنج کیا گیا۔ دستوری سطح پر مندرجہ بالا اقدامات اس بات کے غماز ہیں کہ ساری دنیا کا قبلہ الگ اور پاکستان کا قبلہ الگ ہے۔ یعنی پاکستان کا راستہ ساری دنیا کے راستے سے جدا ہے۔ پھر اس کے بعد پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوازا جانا' یقیناً اسلام کے لئے پاکستان کے آئندہ کردار کی عکاسی کرتا ہے۔

اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آئندہ تہذیبوں کی کشمکش میں فیصلہ کن کردار پاکستان کو ادا کرنا ہوگا۔ ساری دنیا کو نہیں تو کم از کم اسلامی دنیا کو لیڈ کرنے کی ذمہ داری اب پاکستان پر آ پڑی ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے حقیقت یہی ہے۔ کیا دنیا میں کسی اور اسلامی ملک کے پاس ایٹمی صلاحیت موجود ہے؟ دنیا کے بیشتر غیر اسلامی ممالک کے پاس ایٹمی صلاحیت موجود ہے اس سے کسی کو خطرہ نہیں۔ لیکن پاکستان کی ایٹمی صلاحیت میں ایسی کون سی بات ہے جس سے ساری دنیا لرزہ براندام ہے۔

بات سیدھی سی ہے۔ امریکہ اپنی عسکری طاقت کے بل بوتے پر یورپ کو لیڈ کرتا ہے اس لئے کہ دونوں کی تہذیب بھی ایک ہے۔ دنیا کے کئی اور ممالک کے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے وہ بھی چار و ناچار امریکہ کی خدائی کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ چین کی اپنی آئیڈیالوجی ہے۔ لیکن اس میں اتنا دم خم نہیں ہے کہ وہ اور ممالک کو بھی لیڈ کر سکے۔ سوویت یونین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ کمیونزم نے بری طرح شکست کھائی ہے۔ بھارت کی اپنی کوئی آئیڈیالوجی ہی نہیں ہے۔ کوئی سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظام بھی نہیں ہیں جن کے بل بوتے پر وہ باقی ممالک سے کہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ مغربی امپیریلزم کے مقابلے میں اگر کوئی آئیڈیالوجی اور اس کی بنیاد پر سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظام ہے تو وہ اسلام کا نظام ہے۔

پاکستان نہ صرف اسلام کے نام پر بنا ہے بلکہ اب تک دستوری سطح پر اسلامی کردار ہی ادا کرتا رہا ہے۔ ایٹمی صلاحیت بھی اسے مل گئی ہے۔ اب یہی نظام عملی طور پر پاکستان میں رائج ہو جائے اور دنیا کے سب اسلامی ممالک' پاکستان کو اپنا لیڈر تسلیم کرتے ہوئے پاکستان کی پیروی کرنے لگیں تو قیامت کس پر ٹوٹے گی؟ امریکہ اور یورپ کے سر پر۔ کس کا نظام تباہ ہوگا؟ یہود کا۔

ایٹمی صلاحیت کی وجہ سے اسلامی ممالک میں پاکستان کی ساکھ بہتر ہوئی ہے۔ پاکستان تمام اسلامی ممالک کو لیڈ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہٰذا اب پاکستان جو بھی راستہ چنے گا' دنیا کے اور اسلامی ممالک بھی وہی راستہ اختیار کریں گے۔ اگر یہاں اسلام کا عادلانہ و منصفانہ سیاسی اور اقتصادی نظام قائم ہو گیا تو منطقی طور پر دنیا کے اور اسلامی ممالک میں یہی نظام قائم ہو جائے گا۔

چنانچہ مغربی تہذیب کو اسلامی طوفان کے زبردست تھپیڑوں سے بچانے کے لئے اس طوفان کے سرچشمے یعنی پاکستان کو سیکولر بنانے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ کبھی واشنگٹن پوسٹ اور کبھی امریکی جریدے نیوز ویک میں مضامین شائع کئے جا رہے ہیں کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت غیر محفوظ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ بانس ہی کو توڑ دیا جائے تا کہ بانسری بجنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور یہ سب اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اسلامی ممالک کو لیڈ کرنے کی واضح نشانی یعنی ایٹمی صلاحیت کو مفلوج کر دیا جائے تا کہ پاکستان ایسا کوئی کردار ادا کرنے کی اہلیت ہی نہ رکھ سکے۔

جب بھی پاکستان میں اسلامی نظام کی بات چلتی ہے تو کئی اطراف سے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کون سا اسلام؟ گزشتہ روز امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اشتہارات کے ذریعے جو اسلامی ریاست کے خد و خال واضح کئے ہیں۔ میرے خیال سے پاکستان کے لئے یہ نہایت موزوں ہیں۔ سیاست اور حکومت کی سطح پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت' پارلیمنٹ اور حکومت کی سطح پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت' پارلیمنٹ کے ذریعے اجتہاد اور آخری فیصلہ عدالتوں کے پاس ہوگا۔ معاشیات کے ضمن میں (ا) تجارت اور صنعت کے میدان میں جوئے کا مکمل خاتمہ (ب) جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کا خاتمہ (ج) زکوٰۃ کے مکمل نظام کے ذریعے غیر مسلموں سمیت ہر شہری کی بنیادی ضرورت کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا۔ معاشرت کے ضمن میں عریانی' بے پردگی اور مخلوط معاشرت کا خاتمہ' خواتین کی تعلیم و تربیت کا مکمل اور الگ انتظام اور ان کی افرادی قوت کا قومی اقتصادیات میں بھرپور تعاون حاصل کیا جائے گا' ڈاکٹر صاحب کی یہ بات بھی بجا ہے کہ دینی جماعتیں الیکشن سے دستبردار ہو جائیں اور باہم متحدہ ہو کر پرامن دھرنے دیں۔ ایک ایک کر کے اسلامی ایشو پر حکومت وقت سے مطالبہ کریں اور اگر ضرورت پڑے تو سول نافرمانی کریں۔ ان کی یہ بات ٹھیک ہے کہ الیکشن کی سیاست سے دینی جماعتیں کچھ حاصل نہیں کر سکتیں۔

(بشکریہ: روزنامہ صبح' پشاور' ۱۳ مئی ۲۰۰۲ء)

ڈاکٹر اسرار احمد کی تجاویز

—— عبدالقیوم صافی ——

ڈاکٹر اسرار احمد وطن عزیز کے ایک بہت ہی مایہ ناز بین الاقوامی شہرت کے حامل مذہبی سکالر ہیں موصوف آج کل پاکستان کے انٹرنیشنل پرائیویٹ چینل اے آر وائی گولڈ پر ۱۰۶ ممالک کو اسلام کی آواز موثر ترین انداز میں پہنچا رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بھارت کے ڈاکٹر ذکر حسین نائیک اور پاکستان کے ڈاکٹر اسرار احمد اسلامی نظام کی ترویج کے لئے جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ ہر لحاظ سے قابل ستائش ہیں یہ سب اللہ کی مہربانی ہے جو ان سے یہ کار عظیم لے رہا ہے حقیقت بھی یہی ہے کہ

بندے کے نہیں تاب کرے یاد خدا کی
بندے کو اگر خود نہ کرے اس کا خدا یاد

جو کام دین کی اشاعت میں الیکٹرانک میڈیا کر سکتا

ہے وہ پرنٹ میڈیا کے بس کی بات نہیں ہے لیکن ہمارے بعض مذہبی لوگ ان گھرانوں پر کفر کے فتوے صادر کر رہے ہیں جہاں ٹیلی ویژن ہو بہرحال ہم بات کر رہے ہیں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی۔ ڈاکٹر اسرار احمد بھارت کے صوبے مشرقی پنجاب ضلع حصار میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے اور میٹرک کے امتحان میں ضلع بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب کی داستان ہجرت بھی نہایت دلچسپ ہے۔ ان کا خاندان قافلے کی صورت میں پاکستان آیا اور ۲۰ دن سفر کے بعد لاہور پہنچ گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے بھائی ایک صنعت کار ہیں جبکہ ڈاکٹر صاحب نے دین کی خدمت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے حالانکہ وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ انہوں نے ایف ایس سی بھی اعزازی نمبروں سے پاس کیا تھا اور پھر کنگ ایڈورڈ کالج سے ایم بی بی ایس بھی ۱۹۵۴ء میں اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ ۱۹۷۰ء تک وہ اپنی پریکٹس بھی کرتے رہے لیکن اس کے بعد اپنی تمام تر خدمات دین کے فروغ کے لئے وقف کر دیں اور اپنی انمول تصنیفات کا ایک پیسہ بھی بطور رائلٹی نہیں لے رہے اور قرآن عظیم الشان کی مسلسل خدمت کی بناء پر حکیم الامت ڈاکٹر علامہ اقبال کے جدت کردار کے عملی نمونہ بن گئے ہیں۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ''قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان ـــــ اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار'' تو قرآن کے مسلسل مطالعہ کی برکت سے ڈاکٹر اسرار احمد کو اللہ نے جدت کردار عطا فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ آج کل جب بھی وطن عزیز میں اسلام نظام کے قیام کی بات کی جاتی ہے تو بعض حلقوں کی جانب سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا طالبان کا اسلام۔ ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں کہ طالبان حکومت میں شریعت اسلامی کو بالادستی حاصل تھی۔ طالبان حکومت دور خلافت کی سی سادگی کا نمونہ تھے۔ تاہم ابھی وہاں اسلام کا مکمل سیاسی معاشی اور معاشرتی نظام قائم نہ ہو سکا تھا اور خاص طور پر عہد حاضر کے تقاضوں کا تو کوئی تصور بھی سامنے نہیں آ سکا۔ تاہم طالبان کا معاملہ اس وقت خارج از بحث ہے ڈاکٹر صاحب یہ بات وثوق سے کہہ رہے ہیں کہ عہد حاضر کی مثالی ترقی یافتہ ریاست یعنی عالمی نظام خلافت جس کی پیشین گوئی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی پاکستان ہی سے ابھرے گی یہاں مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد آ گیا۔ ہمارے بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح جب مسلمانان ہند کی قیادت کے لئے دوبارہ لندن سے ہندوستان تشریف لائے تو ان سے سب سے پہلے سید محمد ادریس شاہ جو ان کے دوست تھے اور بعد میں واپڈا کے افسر تعلقات عامہ بن گئے ملاقات کے لئے گئے تو قائداعظم خیالوں میں گم سم بیٹھے تھے۔ جب ادریس صاحب نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو قائداعظم محمد علی جناح نے ان کو ایک عجیب واقعہ سنایا اور جناب سید محمد ادریس پر یہ پابندی لگا دی کہ جب تک میں بقید حیات ہوں اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہیں کرنا کیونکہ کوئی اس کا غلط مطلب نہ نکال لے وہ واقعہ یہ ہے جو میں آج اپنے معزز قارئین کی نظر کر رہا ہوں۔ قائداعظم محمد علی جناح فرمانے لگے ایک رات میں لندن میں اپنے فلیٹ میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ اچانک رات کے تین بجے میرا پلنگ ہلنے لگا میں اٹھا لیکن کمرے میں کوئی نہیں تھا میں دوبارہ سو گیا لیکن یہی عمل پھر ہوا میں پھر اٹھا اور لائٹ آن کی بالکونی کی طرف گیا۔ سارا لندن خواب خرگوش میں محو تھا میں وہم جان کر پھر سو گیا کہ تیسری بار میرا پلنگ ہلا میں بیدار ہوا کمرہ معطر تھا میں حیران ہو گیا۔ عرض کیا کہ آپ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں کوئی میٹھی آواز میں گویا ہوئے محمد علی جناح میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً اپنے ملک روانہ ہو جائیں میرا سایہ آپ کے ساتھ رہے گا۔ میں نے سر جھکا دیا اور کہا جو حکم میرے آقا تو مجھے ڈاکٹر صاحب سے سو فیصد اتفاق ہے کہ عہد حاضر کی ترقی یافتہ اسلامی ریاست کا آغاز پاکستان سے ہوگا اور ہماری پارلیمنٹ اجتہاد کا فریضہ سرانجام دے گی قرارداد مقاصد ہمارے آئین کی بنیاد بنے گی۔ اسرائیل کے زہر کا تریاق پاکستان ہی بنے گا۔ پاکستان کی تقدیر اسلامی نظام ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کیسے آئے گا تو ڈاکٹر صاحب اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ اجتہاد پارلیمنٹ کے ذریعے ہو گا البتہ اس پر مہر تصدیق عدالت عظمیٰ ثابت کرے گا تاکہ اس میں غیر اسلامی شے شامل نہ ہو جائے۔ جاگیرداری کو ختم

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

کوشۂ خواتین

جماعت سے وابستگی کی اشد ضرورت

آج ہم مہنگائی کا رونا روتے ہیں' بے حیائی اور فحاشی سے سخت پریشان ہیں۔ حق بات سننے کو کوئی تیار نہیں اور ناانصافی کا دوردورہ ہے۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ہم ایک آزاد اور مسلمانوں کے ملک میں رہائش پذیر ہیں پھر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟

جب جرائم حد سے زیادہ بڑھ جائیں اور سزا دینے والے خود جرم وار بھی ہوں تو پھر ایسے میں کچھ باشعور اور ہوشمند افراد اس کا سدباب بھی چاہتے ہیں ظاہر ہے جو گناہ اجتماعی طور پر کئے جائیں ان کا حل بھی اجتماعیت ہی کے ذریعے سے ہوگا۔ انفرادی طور پر کچھ نہیں ہو سکتا۔

الحمدللہ اب یہ کام ہمارے لئے اللہ نے ایسے آسان کر دیا کہ ہمیں ایسی جماعت سے منسلک کر دیا جس کا ہدف پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں نظام خلافت قائم کرنا ہے۔ یہ کام ہمارے لئے بڑا خوش آئند ہے لیکن یہ کام تب ہی اپنے اصل مقصد کو پہنچ سکے گا جب اس کے کارکن پورے خلوص اور جذبے کے ساتھ اس جماعت کے لئے کام کریں گے ہم اپنے امیر یعنی امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو دیکھتے ہیں تو ان کی پوری زندگی اسی دعوت وتبلیغ میں لگی دکھائی دیتی ہے اور اب تک دیکھنے میں آیا ہے کہ امیر محترم کتنے ہی بیمار کیوں نہ ہوں حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہے ٹوٹنے نہ پائے لیکن جب کچھ ایسے کارکن کو دیکھتے ہیں جو اپنی جماعت کے پروگرامز میں شرکت کی بجائے دوسرے پروگرامز کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں تو بڑا دکھ ہوتا ہے یہ سوچ کر کہ جو شخص اپنے امیر کی اطاعت نہیں کرتا اس کے مرتب کئے پروگرامز کو اہمیت نہیں دیتا تو اگر انقلابی جماعت میں ایسے ناپختہ لوگ' ایسے خال لوگ شامل ہوں گے تو پھر جماعت کیسے ترقی کرے گی۔

اور گلہ کرنے کو بھی یہی لوگ آگے آگے پیش پیش ہوتے ہیں کہ جی جماعت کو اتنے سال ہوئے ترقی نہیں کر رہی' تعداد بہت کم ہے' خود ہی سوچئے ہر فرد اپنی جماعت کا ایک نمائندہ ہوتا ہے اور نمونہ ہوتا ہے اور اگر نمونہ ہی قابل دید اور قابل عمل نہ ہوا تو جماعت ترقی نہیں کرے گی بلکہ اس میں دراڑیں پڑنے لگیں گی خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا ہو۔

خدارا ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے ''بیعت جہاد'' کا شعور ہمارے دلوں میں پختہ طریقے سے ہونا چاہئے۔ ہمارے جو بھی پروگرامز ہوتے ہیں ان میں بھرپور طریقے سے شرکت کرنا ہر کارکن کا فرض ہے اور اس کے علاوہ اپنے اپنے علاقوں میں درس وتدریس کا سلسلہ تیز کرنا چاہئے تاکہ جماعت کو فروغ حاصل ہو اس کے لئے پوری دلجمعی کے ساتھ جماعت کے ساتھ وابستگی اختیار کرنا ضروری ہے۔ میں فخر کرتی ہوں کہ میرا تعلق ایک ایسی جماعت کے ساتھ ہے کہ جس کا مقصد صرف اور صرف اسلامی نظام قائم کرنا ہے اور جن کے امیر پوری دیانتداری اور محنت کے ساتھ قرآن کی دعوت دینے میں کوشاں ہیں۔ میں اپنی بہنوں سے اپیل کرتی ہوں کہ آئندہ اپنی کوتاہیوں کو ختم کر کے نئے سرے سے عہد کر کے جماعت کے ساتھ چمٹ جائیں تاکہ ہم آخرت میں اللہ کے ہاں سرخرو ہو سکیں۔ ہمیں اپنا اسوہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کو بنانا چاہئے ساتھ ہی کچھ اور عظیم مثالیں ہمارے سامنے ہیں جیسے کہ امیر محترم کی اہلیہ اور دختران نے جنہوں نے اللہ کی خاطر اپنا تن' من' دھن لگا دیا ہے ہمیں ایسی مثالوں سے کچھ سیکھنا چاہئے کہ آخر وہ بھی اسی دنیا میں رہتی ہیں۔ انہوں نے بھی دین کی خاطر اپنی خواہشات اور احساسات کو کچل ڈالا اور صرف اللہ کے دین کو پھیلانے میں سرگرداں ہیں۔ ماں کی گود سب سے بڑی درسگاہ ہوتی ہے۔ اگر آج ہم مائیں اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لئے اپنے آپ کو لگا لیں تو پھر ہماری اولادیں بھی ہمارے لئے ان شاءاللہ صدقہ جاریہ کا باعث ہوں گی۔ (ان شاءاللہ) بشرطیکہ یہ کام صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔

آخر میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ اس جماعت کو دن دوگنی اور رات چوگنی اپنے مقصد میں ترقی دے ہمارے امیر کو صحت وتندرستی عطا فرمائے اور ہم ہمیشہ ان کے دروس سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ آمین یارب العلمین!

(تحریر: فوزیہ عبدالمتین)

مرکزی ناظم دعوت وتربیت کا علی پور چٹھہ میں خطاب جمعہ

تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم دعوت و تربیت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے ۱۰ مئی کو مسجد عمرؓ علی پور چٹھہ میں ''عبادتِ رب اور ہماری ذمہ داری'' کے موضوع پر خطبہ جمعہ دیا۔ اس موقع پر باقاعدہ تشہیر کی گئی اور خصوصی دعوت نامے جاری کئے گئے۔ اس کے علاوہ چند مساجد میں اس حوالے سے اعلان بھی کروائے گئے۔

جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے عبادت کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی عبادت کا صرف مساجد سے تعلق نہیں ہے بلکہ اصل عبادت تو زندگی کے ہر گوشہ میں ہے۔ ایک اسلامی معاشرے کے جن حصوں میں اللہ کی حکمرانی ہونی چاہئے' آج وہ اس سے خالی نظر آتے ہیں۔ درحقیقت اللہ کی پرستش کا ڈنکا ہر گوشۂ زندگی میں بجنا چاہئے۔ رب ہونے کی صفت صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے اور وہی پوری کائنات کا رب ہے۔ سورۃ القریش کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صرف اسی رب کی عبادت ہونی چاہئے جو بھوک میں کھانا کھلاتا ہے اور خوف کو امن میں بدلتا ہے جب کہ آج ہم نے اجتماعی طور پر روزی رساں کسی اور کو بنا رکھا ہے اور محافظ امریکہ کو سمجھ لیا ہے۔ ہم نے اپنے رب کو مسجد تک محدود کر دیا ہے۔ اسی لئے آج ہماری حالت یہ ہے کہ سارے ملک میں بدامنی کی کیفیت ہے اور ہر شخص خود کو غیر محفوظ سمجھتا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ہر گوشۂ زندگی میں اللہ ہی کو اپنا رہبر مانا جائے۔

اس خطاب کو تقریباً ۳۰۰ افراد نے نہایت دلچسپی سے سنا اور بہت زیادہ پسند کیا۔ بعد میں ناظم دعوت و تربیت نے احباب سے ملاقاتیں بھی کیں۔ آخر میں انہوں نے جناب مولانا افضال الحق کو امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی تصنیف ''استحکام پاکستان'' کا تحفہ دیا۔ اس موقع پر مکتبہ بھی لگایا گیا اور ہماری توقع سے بڑھ کر کتب فروخت ہوئیں۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں ملتزم منفرد رفیق جناب حاجی محمد سلیم رحمانی کی کاوشوں کا بہت دخل رہا۔ (رپورٹ: شاہد رضا)

حلقۂ سندھ (زیریں) کے ذمہ داران کا ماہانہ تربیتی اجتماع

اس ماہ یہ اجتماع ۱۰ مئی کو بعد نماز عصر منعقد ہوا۔ سب سے پہلے ناظم حلقہ جناب انجینئر نوید احمد نے ذاتی احتسابی رپورٹ کی خانہ پری کا جائزہ لیا۔ الحمدللہ خانہ پُری کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے تاہم جناب انجینئر نوید احمد نے اس کام کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے کہا کہ نظم بالا کا سایہ زیریں نظم پر پڑتا ہے۔ اگر ہمارے ذمہ داران کوتاہی کے مرتکب ہوتے رہیں گے تو وہ اپنے ماتحت رفقاء سے اس بارے میں کیا توقع کر سکتے ہیں۔

انہوں نے مقامی امراء تنظیم سے اسلامی نظام کے حوالے سے مرتب کردہ پمفلٹ کی مطلوبہ تعداد دریافت کی اور پچاس ہزار ہینڈ بلز کی طباعت کا فیصلہ کیا گیا۔ مزید برآں' ان سے مطلوبہ کارڈز کی تعداد بھی معلوم کی گئی۔

گزشتہ اجتماع میں کچھ ذمہ داران نے جو تجربات بیان کئے تھے' ان کا بھی جائزہ لیا گیا۔ چار باتیں عمومی طور پر نوٹ کی گئی تھیں یعنی ڈائری maintain کرنا' اسروں کے اجتماعات کو موبائل کرنا' مواخات قائم کرنا اور اجتماعات میں رفقاء کی ذمہ داریوں کی تقسیم۔ ان تمام تجربات سے نقباء نے فائدہ اٹھایا ہے۔ عمر کے اعتبار سے سب سے سینئر نقیب جناب راشد یار خان ہیں جو درسِ نظامی کے اختتامی مراحل سے گزر رہے ہیں اور ایک منصوبہ بندی کے تحت کام کرنے کے عادی ہیں اور انہیں اپنے اسرے کے علاوہ دیگر ساتھیوں کا بھی تعاون حاصل ہے۔ سب سے کم عمر نقیب جناب جاوید توحید خان ہیں جن کے کام کے انداز کی تحسین ناظم حلقہ نے بھی کی۔ جناب نوید مزمل کو ان کے امیر جناب سید اظہر ریاض اپنی تنظیم کا روح رواں کہتے ہیں اور ان کی مصروفیات یہ ثابت کرتی ہیں کہ وقت صرف مصروف لوگوں کے پاس ہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد ناظم حلقہ نے ذمہ داران کی توجہ جولائی میں منعقد ہونے والی مبتدی تربیت گاہ کی طرف دلائی اور کہا کہ اس کے لئے ہمیں ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہئے۔ اس اجتماع میں ۳۳ ذمہ داران شریک ہوئے جبکہ ۴ افراد کی طرف سے معذرت موصول ہوئی تھی۔ کراچی میں ذمہ داران کی کل تعداد ۶۳ ہے' جن میں ۱۳ افراد پر دوہری ذمہ داریاں ہیں۔

(رپورٹ: محمد سمیع)

اسرہ عثمان آباد کالونی' ملتان کا دعوتی اجتماع

یہ دعوتی اجتماع ۱۷ مئی کو اسمٰعیل زئی کالونی کی مسجد فاطمہ میں منعقد ہوا۔ اسرہ کے تقریباً ''دس رفقاء'' نے عصر کی نماز کے بعد مختلف گروپوں کی صورت میں تمام محلہ میں دعوت دی۔ مغرب کے بعد اسرہ کے نقیب جناب پروفیسر محمود الٰہی چوہدری نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ دین کا ہم سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس پر کاربند ہوں اور رب کی عبادت کریں۔ انہوں نے عبادات اور عبادت کا فرق واضح کیا کہ محض نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج اصل عبادت نہیں بلکہ حقیقی عبادت تو اپنی زندگی کا ہر لحہ اللہ رب العزت کے احکامات کو مان کر گزارنے میں ہے۔ دین کے دوسرے تقاضے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے یہ واضح کیا کہ معاشرے میں موجود مختلف باطل نظریات کا توڑ صرف قرآن کریم کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں ہے۔ تیسرے تقاضے کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے اقامت دین کی اہمیت بیان کی اور دین اور مذہب کے فرق کو واضح کیا۔ انہوں نے باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے اجتماعی جدوجہد پر زور دیا۔ ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جہاد' التزام جماعت اور بیعت سمع وطاعت کی اہمیت کو واضح کیا گیا۔

بعد میں تنظیم اسلامی کے قیام کے اغراض و مقاصد حاضرین کے سامنے رکھے گئے۔ اس اجتماع میں رفقاء کی تعداد پندرہ جبکہ دیگر احباب کی تعداد تقریباً ستر تھی۔

(مرتب: پروفیسر نور اکبر)

بھارہ کہو مری میں ایک روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی اسلام آباد کے زیر اہتمام یہ پروگرام ۱۹ مئی کو گرڈ سٹیشن مسجد' بھارہ کہو میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا جو جناب غلام مرتضیٰ اعوان نے سورۃ الحدید کے پہلے رکوع کے حوالے سے دیا۔ اس کے بعد تنظیم اسلامی اسلام آباد کے امیر جناب غلام رسول غازی نے سورۃ الحشر کی دو آیات پر درس دیا۔ بعد ازاں رفقاء کو تنظیمی فرائض اور بیعت کے تقاضوں کی یاد دہانی کرائی گئی۔ درس حدیث جناب رانا عبدالغفور نے دیا۔ جناب زاہد محمود نے خرم مراد کا وصیت نامہ پڑھ کر سنایا۔ پھر ایک مذاکرہ ہوا' جس میں مختلف تنظیمی مسائل پر گفتگو کی گئی۔ دو گھنٹے پر محیط اس مذاکرے میں یہ بات سامنے آئی کہ زیادہ تر اضمحلال رفقاء کی اپنی کمزوری کے باعث ہے۔ اس کو دور کرنے کے لئے کئی اقدامات تجویز کئے گئے۔

نماز ظہر اور طعام و آرام کے بعد جناب نور الامین نے ''دین اور مذہب میں فرق'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ جناب ریاض حسین نے امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی' حال اور مستقبل'' کے ایک باب کی وضاحت کی۔

نماز عصر کے بعد عمومی دعوت دینے اور لٹریچر تقسیم کرنے کے لئے تمام رفقاء قریبی علاقہ میں پھیل گئے۔ بعد نماز مغرب جناب رشید ارشد نے درس قرآن دیا' جس میں تقریباً پچاس احباب شامل ہوئے۔ رفقاء و احباب نے اس پروگرام کو بہت پسند کیا اور اس کے تسلسل کی ضرورت پر زور دیا۔ اس پر تنظیم اسلامی اسلام آباد کے امیر نے فیصلہ کیا کہ آئندہ ہر ۳ ماہ کے بعد اس طرح کا ایک روزہ یا ۲ روزہ اجتماع منعقد کیا جائے گا' ان شاء اللہ۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

انتقال پُر ملال

☆ تنظیم اسلامی کراچی (شرقی ۲) کے حلقہ خواتین کی ناظمہ کے جواں سال صاحبزادے جناب سیف الرحمٰن جو کہ حلقہ سندھ (زیریں) کے ناظم مکتبہ جناب عبدالواحد عاصم کے بھتیجے بھی تھے' انتقال کر گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی چشتیاں کے رفیق جناب عبدالغفور کے برادر بزرگ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

قارئین سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شعبہ نشر و اشاعت حلقہ لاہور کی ماہ اپریل کی سرگرمیاں

۱) ''ندائے خلافت'' کے شمارہ ۱۰ میں شائع ہونے والا جناب ارشاد احمد حقانی کا مضمون ''واقعہ گودھرا ریلوے سٹیشن کی حقیقت'' حلقہ لاہور کے امیر جناب مرزا ایوب بیگ کے Covering letter کے ساتھ صاحب مضمون کو پہنچایا گیا۔

۲) امیر حلقہ کی طرف سے حالات حاضرہ کے حوالے سے ۴ عدد پریس ریلیز اخبارات کو جاری کئے گئے۔

۳) ممتاز کالم نگار جناب ارشاد احمد حقانی سے جناب مرزا ایوب بیگ، جناب نوید شیخ اور راقم نے تفصیلی ملاقات کی، جس کی رپورٹ ''ندائے خلافت'' کے شمارہ ۱۷ میں شائع ہو چکی ہے۔

۴) اسرائیلی مظالم کے خلاف لاہور پریس کلب میں ایک احتجاجی جلسہ و مظاہرہ منعقد کیا گیا۔ اس کے لئے مقررین نے رابطہ، ہال کی بکنگ، بینرز و ٹی بورڈز کی تیاری اور پریس کو دعوت دینے کا کام احسن طریقے سے انجام دیا گیا۔

۵) محترم جناب مجید نظامی سے امیر حلقہ کی قیادت میں جناب نوید احمد شیخ اور راقم نے ملاقات کی جس میں صحافت کے حوالے سے ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا۔

۶) آن لائن نیوز ایجنسی کے فوٹو گرافر سے میٹنگ کی گئی اور حلقہ کے دعوتی پروگراموں کی فوٹو گرافی کے لئے معاہدہ کیا گیا۔

۷) World Call Cable Network والے ایک نیا چینل شروع کر رہے ہیں۔ اس پر امیر محترم کے دروس قرآن کے ویڈیو دکھانے کے لئے جناب آصف حمید اور راقم نے ان کے ساتھ میٹنگ کی۔

(رپورٹ: وسیم احمد)

بنیادی کام ہو گا۔ آئین کے اسلامی دفعات کے چور دروازے بند کرنے ہوں گے۔ فیڈرل شریعت کورٹ مکمل آزاد و کل اختیار بنانا ہو گا۔ کم از کم ملک کے اندر سود کو ختم کرنا ہو گا۔ بعد میں رفتہ رفتہ دیگر منکرات کے خلاف قدم اٹھائے جاسکتے ہیں یہاں تک کہ حق پورا ہو جائے اور باطل سارے کا سارا دفع ہو جائے۔ وطن عزیز کو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا لیکن حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اسلامی نظام میں ایک مکمل قابل عمل اور سہل ترین نظام ہے لیکن بقول اقبال۔

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانے ہو تو کیا کہئے

ہمارے بڑوں اور حکمرانوں کے دماغوں میں تو بت خانے آباد ہیں اس لئے ۵۵ سال گزرنے کے باوجود یہاں اسلامی نظام قائم نہ ہو سکا اللہ ہم پر رحم کرے۔ آمین

(بشکریہ: روزنامہ سرخاب، پشاور)

دیا۔ جس کے اگلے سال یعنی ۸ ھ میں آنحضرت ﷺ کا مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخلہ اور بلالؓ کے بڑے مکہ معظمہ پر مسلمانوں کا قبضہ فتح مبین کی عملی تفسیر ہے۔

ہم نے دنیاوی مصالح کی خاطر دنیا ہی میں ذلت و خواری اور رسوائی دیکھ لی۔ آج ساری پاکستانی قوم عجب کشمکش اور خوف و پریشانی میں مبتلا ہے اور عمال حکومت طرح طرح کے بہانوں سے عوام کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ مگر اللہ کی طاقت سب طرف سے ''منافقین'' کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو اللہ کی گرفت سے کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے (ان بطش ربک لشدید) کیونکہ اللہ کی سنت یہی ہے کہ وہ اپنے نافرمانوں کو ایک وقت تک مہلت دیتا ہے کہ شاید صراط مستقیم پر آ جائیں اور جب وہ اپنی سرکشی میں حد سے گزر جاتے ہیں تو اللہ کا غضب انہیں اچانک آ پکڑتا ہے۔

بقیہ : افکار معاصر

کرنا ہو گا صرف خود کاشت رقبہ رہنے دیا جائے گا۔ وطن عزیز کو سود، جوئے اور بے حیائی سے پاک کرنا ہو گا۔ ہسپتالوں میں مردوں کی خدمت مرد نرس اور خواتین کی خواتین نرس کرے گی۔ زکوٰۃ جو مکمل اور اعلیٰ ترین سوشل سیکورٹی نظام ہے اس کو صحیح انداز میں نافذ کرنا ہو گا۔ ظالمانہ ٹیکسوں کے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہو گا۔ اس نظام کو لاگو کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب نے جو لائحہ عمل تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام دینی و مذہبی جماعتوں کو اقتدار کی کشمکش اور انتخابی سیاست کے لاحاصل کھیل سے کنارہ کش ہونا ہو گا۔ خیر کی جانب دعوت یاد رہے سب سے بڑا خیر قرآن حکیم ہے۔ نیکی کا مشورہ اور حکم اور برائیوں سے روکنا دینی جماعتوں کا

بقیہ : نقطۂ نظر

''حکمت'' کا نام دیا تھا۔ مگر موصوف نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ ''دنیاوی حکمت'' وقتی مصلحت پر مبنی ہوتی ہے، جس کا مدار ظن و تخمین اور اندازے پر ہوتا ہے، وقت آنے پر وہ مزعومہ حکمت عملی غلط بھی ثابت ہو سکتی ہے، جبکہ ''دینی حکمت'' میں اللہ کی تائید و نصرت شامل ہوتی ہے۔

جنرل پرویز نے اپنی حکمت عملی کے جواز کے طور پر ''میثاق مدینہ'' کا بھی حوالہ دیا تھا، جس کا انطباق امارات اسلامی افغانستان کے خلاف مسیحی اور یہودی طاقتوں کے ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا اشتراک عمل، قرآن حکیم اور سیرت پاک ﷺ کی تعلیمات کے سراسر خلاف تھا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کبھی کوئی ایسا معاہدہ نہیں کیا جس میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی اور قتل و غارت گری کے لئے کفار و مشرکین یا یہود کے ساتھ کوئی ساز باز یا معاہدہ کیا ہو۔ اس طرح صلح حدیبیہ کا حوالہ بھی قطعاً غلط اور گمراہ کن تھا۔ بلکہ یہ معاہدہ تو اپنی روح (in essence) میں کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان دس سال تک جنگ نہ کرنے اور ایک دوسرے کے خلاف کسی تیسرے فریق (یہود) کی مدد نہ کرنے کا معاہدہ تھا، یہ معاہدہ صلح دراصل اشارہ الٰہی کے تابع تھا، کیونکہ یہود مدینہ جو بعد میں خیبر میں جمع ہو گئے تھے، ان کو کفار قریش سے الگ تھلگ کرنے کے لئے (Isolate) کرنا ضروری تھا جس میں آنحضرت ﷺ کامیاب و کامران ہوئے اور جس کو بالنتیجہ قرآن پاک ''فتح مبین'' سے تعبیر کرتا ہے، چنانچہ صلح حدیبیہ کے دو ماہ بعد ہی آپ ﷺ نے محرم ۷ ھ میں خیبر پر حملہ کر کے یہودیوں کی ریشہ دوانیوں سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر لی اور یہود کو بالآخر جزیرۃ العرب سے نکلنے پر مجبور کر

بقیہ : تجزیہ

مزید پیچھے ہٹنے کا کہہ رہے ہیں تو اللہ پر توکل کر کے مزید پسپائی سے انکار کر دیں۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہو گا جب آپ نے اللہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہو۔ سود خور اور مادر پدر آزاد معاشرہ کے ہوتے ہوئے اللہ سے دوستی کیسے ہو گی؟ لہٰذا ہم جنرل صاحب کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ ایک طرف اندرون ملک تمام دشمنیاں اور لڑائیاں نظر انداز کرتے ہوئے بلا تفریق سیاسی عناصر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے اور دوسری طرف اللہ جس پر توکل کرنے کا کہا جا رہا ہے، اس سے جنگ بندی کریں۔ سودی لین دین کا مکمل خاتمہ کریں اور اللہ کے دین کو اس ملک میں نافذ کریں تا کہ اس کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو۔ ایسے میں امریکہ یا کوئی سپر پاور ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی!

ایک عظیم دُعا

اس دُعا کو تمام مسلمان حرز جان بنائیں

''یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم! میرے دل کو ایمان اور یقین کے نور سے بھر دے تا کہ جو فیصلے تو نے میرے حق میں کر دیئے ہیں، انہیں شکر کے ساتھ قبول کر سکوں۔

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم! میرے بازو میں وہ قوت اور دل و دماغ میں وہ روشنی عطا فرما جس سے ان مشکلات پر قابو پا لوں جن کا حل تو نے میری کوشش اور میرے عمل میں پنہاں رکھا ہے۔

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم! مجھے سمجھ بھی عطا فرما تا کہ جو آلام و مصائب میری کوتاہیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں انہیں اپنی قسمت کا لکھا ہوا نہ سمجھوں، ہر حال میں شکر الٰہی کر سکوں۔''

(مرسلہ: ضیاء المصطفیٰ آزاد، اٹلی)

Supreme Court's Real Test Ahead.

Abid Ullah Jan

When General Musharraf unseated Prime Minister Nawaz Sharif in a military coup, the common sentiment in Pakistan was that it was no great blow to democracy. Pakistanis certainly shed no tears when Sharif was deposed. Of course, Musharraf's unconstitutional assumption of absolute power was completely antidemocratic, but because he was replacing a leader who had himself taken to ruling like a despot, few seemed to mind about the technicalities. No one, thus, mind the Supreme Court's decision to grant the General three years to pave the way for a democratic government. The things, however, changed considerably since then. According to Kavita Meno, CPJ's Asia program coordinator, on January 26, 2000 Musharraf ordered all high court judges to swear an oath never to challenge decisions made by his administration. The Supreme Court, which heard and decided extension of the General's rule for three years and then granted legitimacy to referendum, comprised of the judges all of whom had sworn under Provisional Constitutional Order (PCO). Per se, the judges who have chosen to swear according to the PCO issued by the military government have freed themselves of any obligation to the Constitution of Pakistan, which has already been suspended by the military government, in any case. Therefore, apparently the entire criticism emanating from the standpoint of violation of constitution does not hold ground. Nevertheless, in reality it is a Court, serving the military ruler against the constitution of Pakistan. How can a Court, which did not swore under the Constitution of Pakistan, hear the constitutional petition against military takeover or its decision to prolong its rule through referendum and other means. Taking their oath under the PCO, technically disqualifies the judges to continue to serve as the judges of the Supreme Court of Pakistan, leave alone hearing the constitutional petition. How could a body that suspends the Constitution of Pakistan be declared justified to do so. Initially it was thought that the Supreme Court has averted a collision course with the military government and decided in the long term interest of the country. But gradually it became a partner of the Junta. Instead of being an impartial arbiter of the law, the Court proved itself to be a knowing surrogate for the military with it subsequent rulings. The referendum ruling in particular appeared openly political and it eroded public confidence in the Court. The conventional wisdom emerging immediately after the Court's ruling seemed to be that the Court, by its political ruling, had only lost a lot of credibility and altitude in the minds of many people. The stark reality is that the institution Pakistanis trust the most to protect its freedoms and principles committed one of the biggest and most serious sins this nation has ever seen -- pure and simple, the theft of the highest position in the land: presidency. Although the Court is clearly a partner of the ruling junta, no one is treating it this way. Even those who were outraged by the Court's ruling have only lost respect for the sitting judges. And for the most part the nation's press seems to have already forgotten those who stood for justice forgiven the guilty. The Court's ruling didn't even become a hot subject of Op-Ed pieces. The lack of any valid legal basis for the Justices decision and, most important, the fact that it is inconceivable they would have ruled against the military regime, proves, on its face, that the Justices were up to no good. Therefore, not one stitch of circumstantial evidence beyond this is really necessary to demonstrate their conduct and state of mind. The purpose of revealing the base political nature of the Supreme Court decisions so far, is to inform the public and concerned state officials in advance that the time for an important decision by the same Court is fast approaching. It has to decide about abolishing the interest (Riba) in the country before June 30, 2002. Any decision to the contrary will strip away any veneer of authority and respectability that the Court's Justices still enjoy. Most of us know that the Justices "have no clothes," and if we have any doubts, any extension in the period to abolish Riba, at least within the country, beyond June 30, will successfully puts them to rest. The Supreme Court has already given the government nearly three years to evolve an interest-free banking system. On December 23, 1999, within nine weeks of the military takeover of the Pakistan Government, the Shariat Appellate Bench of the Supreme Court upheld the Federal Shariat Court ruling of 1991 and declared interest illegal. On the insistence of the Government and taking advantage of large number of expert opinions, the Court has already provided detailed guidelines and enough time for establishment of an interest- free economic and legal framework in accordance with the injunctions of Islam. Of the laws declared illegal, the Court initially specified some (mainly concerned with money lending) that were supposed to cease to have effect from March 31, 2000 and others from June 30, 2001. Later on, extension of one more year was granted up to June 30, 2002. The Government has already accepted the verdict and has shown its willingness to implement it in toto. Any further delay by the Court will simply erode its remaining credibility and impartiality. The reason any further delay in abolishing Riba would prove the Supreme Court to be a surrogate to the military government beyond any reasonable doubt is that in November 2000, when Shahid Javed Burki was asked in a meeting in Washington how Pakistan will cope with an interest-free economy, he dismissed the question by saying that he was not trained to consider such a contingency. Another World Bank Pakistani expert, when asked the same question, volunteered the information that he had been told by the key economic personalities of Pakistan that the Musharraf government would do nothing in June 2001 and keep the Riba issue hanging. The Supreme Court decision in 2001 proved him right. The Court would certainly have no way to hide its guilt if another attempt is made to keep the Riba issue hanging in 2002. The bottom line is that Muslims need no 'proofs' before they reject the institution of interest: no human explanation for a divine injunction is necessary for them to accept a dictum, as they recognize the limits to human reasoning. No human mind can fathom a divine order; therefore it is a matter of faith (iman) and the Supreme Court has already made a major decision. It is only time for the Supreme Court not only to enforce it in the interest of the nation but also for restoring some credibility to its status as an independent and impartial body. The coming test case leads to eternal life and can also prove to be a death warrant. Decision rests with the government and the Supreme Court ofPakistan

کتاب حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مفت لے سکتے ہیں

حیات رسول ﷺ ۲۲۴ صفحات قیمت -/۱۰۰ روپے ایسے حضرات جو قیمت ادا نہیں کر سکتے -/۱۰ روپے کے ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دو ترجموں والا قرآن مجید شائع کیا گیا ہے۔ وہ ایک تحفہ ہے۔ اس کے لئے -/۲۵۰ روپے بھیجنا ضروری ہے۔

لیفٹننٹ کرنل محمد ایوب خان مکان نمبر ۲۹۴ گلی نمبر ۸ ایکسٹنشن کیولری گراؤنڈ لاہور کینٹ۔ فون: ۶۶۵۰۱۲۰

beyond a reasonable doubt. But here we had the US Secretary of State admitting that the case is not even circumstantial. If it was not even circumstantial, then what was it? Rumour, allegation, innuendo, insinuation, disinformation, or propaganda? Certainly not enough to start a war. We are now facing what we deserve. We are standing in the Taliban shoes. The only difference is that of leadership. The Taliban leadership was not cooperating with the US, but ours is more than willing to offer anything to have nothing but a few days of peace in the seat of imaginary power. Musharraf won't tell us what he knows, discusses and plans with the US. Due to emotional involvement of the public, Musharraf cannot offer Pakistan's nuclear arms to the US on a plate. But such arms destroyed in a "limited war" would be part of the game -- accepted, mourned and forgotten like East Pakistan.

The stage is set. Just like the US attitude after September 11, India blames every murderous attack in India on Pakistan and vows to take action in retaliation. The newspaper headings repeat the same story, but with different actor, as we witnessed before October 07: "India calls for tough action," "Islamabad stresses for more active EU role to mediate," May 18. "Pakistan wants observers on Line of control," "Delhi spurns Islamabad's call," May 21. "Vajpayee warns of decisive battle," "Musharraf seeks talks, pledges to curb terrorism," May 23. Any delay in the Indian attack would only be due to changes in the work plans in Washington for some strategic reasons, not New Delhi.

The defence analysts in Washington, Tel Aviv and New Delhi have long pondered neutralising Pakistan's nuclear capability. They, however, could not develop a situation to commit the crime, yet come out guiltless before the world. Nawaz Sharif, who claimed the credit for making Pakistan a nuclear state, could not help them carryout such plans. The military would not let him sell what a strong Centre would sell without any problem. And that's why Nawaz had to go, irrespective of his involvement in development or mismanagement. After the coup, Associated Press reported on October 13 that often "the State Department withdraws its ambassador as a sign of unhappiness with a wayward country. But officials said US Ambassador William Milam, who was in the US, planned to hurry back to his post in Islamabad.

According to US experts like Robert McFarlane, the only way to deal with "dysfunctional nuclear democracy" is to propose military control (NY Times October 14) and for that Musharraf was also a wise pick because the US was too worried about "fundamentalism" in Pakistan army. The theory was that if Pakistan's internal problems mount and power squabbles weaken central political authority, there will be a risk that renegade military elements or Taliban-type Islamic militias may seek control of nuclear weapons. (IHT, October 14, 1999). For that reason, Nawaz Sharif's move to replace Gen. Musharraf with Ziauddin was thwarted by Washington because it was considered as an attempt to "appease the fundamentalist opposition." Ziauddin was also known as "Pakistan's principal supplier of the Taliban" in American circles (The Nation, Nov 01, 1999).

The coup was not as sudden as we have been made to believe. For three weeks before the coup, military representatives and civilian politicians hastened to Washington like colonial minions. Mr. Bush, even as a Governor of Texas preferred Musharraf over Nawaz Sharif and Frank Anderson, former chief of the CIA's Near East Division, and Milt Bearden, former CIA chief in Pakistan, supported Bush's choice in their New York Times column, "The Case of the General" (Nov 12. 1999). Soon after Musharraf's take over, the western attention was focused on "the military's attitude toward religion" to see if it would prefer the "concept that Pakistan is a 'state for Muslims' rather than one that must apply Islamic tenets to all things?" (IHT, October 16, 1999).

The present Indo-Pak stand off is the result of a planned effort for which all pawns and ninepins are in place for quite some time. General Musharraf is more helpless than a common man in the Pakistani streets. He thinks every move he makes for Washington would be the last, hardly realising that every steps on the American directions tightens noose around his neck. In his view, allowing US to fully utilize Pakistan's military facilities, intelligence information, personnel and soil would be a short-term affair and he would reap long-term benefits. Now that the war is equally being fought on the Pakistani and Afghan soil with no end in sight, the only benefit he could obtain is American tacit approval of his referendum. In turn, he has now to play a key role in the stage-two of the war on Islam as well. Like all Pakistanis, he, too, faces, what he deserves.

The next country the US has to deal with, if it wants to stem the rising tides of Islam, is not Iraq or Somalia. It is Pakistan. Just as the US could not complete the process of demonising the concept of Islamic state without dislodging the Taliban, it cannot begin the process of a global crackdown on Islam until Islam's nuclear power is not neutralized and Islamic organizations and their movements inside Pakistan are not broken. This means that unless the Pakistani government acts directly to achieve these objectives, the United States must either begin to treat Pakistan as a hostile power or must abandon its strategic goals. The latter is impossible. If Washington is not going to abandon its goals, it must create a plan of operation in Pakistan. Part of this plan would be implemented through the sitting government and part of it would be carried out by India which awaited such a historical opportunity since its founding. Nevertheless, sitting before its elaborate long term plans, the US must not forget that Pakistan is not Afghanistan, and such manipulation could have explosive results.

رفقاء واحباب نوٹ فرمالیں

ماہ جون میں تربیت گاہوں کا شیڈول یہ ہے:

16 تا 22 جون 2002ء برائے ملتزم رفقاء

23 تا 29 جون 2002ء برائے مبتدی رفقاء

یہ تربیت گاہیں درج ذیل مقام پر منعقد ہوں گی:

دفتر تنظیم اسلامی، مکان نمبر 20، گلی نمبر 1،

فیض آباد ہاؤسنگ سکیم نزد فلائی اوور برج، 1-8/4، اسلام آباد

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail:abidjan@tanzeem.org)

We Face What We Deserve.

Before we criticise India for its belligerent attitude towards Pakistan; before we beg for peace; before we seek international mediation and before we decide to put our lives at stake and go to war with India, lets pause and think of the days between September 11 and October 7, 2001. Was not the Afghan government pleading the world for justice just as we are doing now? Didn't it ask the US to come up with evidence of its alleged crime? Was not the Afghan government morally and diplomatically supporting its Arab guests? Did anyone listen to its pleas that no terrorism was carried out from its soil? Certainly not. The reason was that the US had to achieve a set objective. Would anyone listen to our pleas now? Definitely not, because there is a sub-objective to achieve now -- with or without our cooperation.

The objective then was to dislodge the Taliban, occupy Afghanistan and put an end to any attempt at consolidating an Islamic state. We helped the US achieve these objectives. Now it's our turn. If we could sell our brothers to help the US strike at the roots of Islamic concepts, can't India sell its enemies to eliminate the military strength needed to defend practicing those concepts? We claim, India cannot justify war with the facts or the law. So was the US war on Afghanistan clearly illegal. Both cases constitute armed aggression. .However, it is necessary for Washington to move to the next stage of war on Islam. The objective this time is to destroy Pakistan's nuclear capability.

If we could not refuse playing a role for a few million dollars, how would India waste an opportunity to disarm Pakistan with full American and Israeli assistance in jamming our radar facilities? What else would the Indians need when US and British forces occupying our military bases provide them with Command Codes of Defence? What else does the "real possibility of a war," by UK and hints at "limited war," by the US mean? The top conspirators would know exactly as to when and how our nuclear facilities would be knocked off just as everyone at the helm of affairs knew in advance about September 11.

We do not deserve to complain about Indian policy if we do remember our role in the US war on Afghanistan. Were not we the first to declare evidence against the Afghan government conclusive at a time when Colin Powell admitted (October 03) that the case against Osama and Al-Qaeda is not even circumstantial? The lawyers know that the lowest level of proof one could possibly imagine is a circumstantial. Yes, the World Court has ruled that a state can be found guilty on the basis of circumstantial evidence, provided there is proof

حماس، الفتح اور انتفاضہ کے انداز جداگانہ کیوں ہیں؟
ہیکل سلیمانی اور دیوارِ گریہ کیا ہیں؟ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کی فضیلت کیا ہے؟
اوسلو اور کیمپ ڈیوڈ میں کیا معاہدے ہوئے؟ مغربی کنارہ اور غزہ پٹی کی کیا اہمیت ہے؟
یروشلم کو بیت المقدس کیوں کہتے ہیں؟ اعلان بالفور اور انتداب کی سازشوں کا پس منظر کیا تھا؟

یہ اور اس طرح کے بے شمار سوالات جو صبح شام ہمارے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں'
ان کے جوابات ''**ندائے خلافت**'' کے آئندہ شمارہ

فلسطین نمبر

میں دیئے گئے ہیں' جو ایک مستقل دستاویزی شمارہ ہے

جنگِ فسلطین کی دو ہزار سالہ تاریخ'
عیسائیوں اور مسلمانوں سے یہودیوں کی دیرینہ عداوت کے قصّے'
عصر حاضر میں یہود کی عیاری و مکاری کی داستانیں
یہ سب ''**فلسطین نمبر**'' میں سما گئے ہیں۔

گھر میں ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنے والا شمارہ

اپنے احباب اور قرابت داروں کو بطور تحفہ پیش کیجئے

رنگین دلکش ٹائیٹل —— صفحات : 64 —— قیمت فی شمارہ : 25 روپے

اپنی کاپی آج ہی بک کرائیں

اضافی پرچوں کے خواہشمند حضرات 8 جون تک اپنی مطلوبہ تعداد نوٹ کرا دیں